مولانا خلیل احمد سہارن پوری کی بذل المجهود میں قال أبو داؤد کی تحقیق و تنقیح کا تجزیاتی مطالعہ

مفتی محمد ہارون ٭
محمد شہباز منج ٭٭

ہر کتاب کی کچھ خصوصیات اور امتیازی اوصاف ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے اسے مقبولیت ملتی ہے۔ صحاح ستہ کی ہر کتاب کی بھی الگ الگ اہم اور نمایاں خصوصیات ہیں، مثلاً بخاری کے تراجم کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، ان میں لطیف اشارات اور دقیق استنباطات پائے جاتے ہیں۔ اہل علم فقه البخاري في تراجمه کے حوالے سے امام بخاری کی باریک بینی اور بالغ نظری کا لوہا مانتے ہیں۔(۱) مسلم کا نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ ایک مضمون کی جملہ احادیث کو بڑی خوب صورتی اور حسن ترتیب کے ساتھ یک جا بیان کرتے ہیں؛ ایک حدیث کی متعدد اسانید کو بڑے سلیقے سے ذکر کرتے ہیں۔(۲) ترمذی میں مؤلف کا قول: وفي الباب عن فلان و فلان خصوصیت

٭ پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔

٭٭ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔(drshahbazuos@hotmail.com)

۱- فقه البخاري في تراجمه کے مفہوم، اس کی وسعت و گہرائی، اس سے ہونے والے وقیع استنباطات اور ان کی قدر و قیمت سے متعلق اہل علم کی آرا کے حوالے سے دیکھیے: ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، فتح الباري شرح صحيح البخاري، ت: فواد عبد الباقی و عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، (بیروت: دار المعرفة، ۱۳۷۹ھ)، ۱: ۱۳؛ عبد المحسن بن حمد بن عبد المحسن بن عبد اللہ بن حمد العباد البدر، عشرون حديثا من صحيح البخاري: دراسة أسانيدها وشرح متونها، (مدینہ منورہ: الجامعة الإسلامية، ۱۴۰۹ھ)، ۱: ۱۸؛ محمد انور شاہ بن معظم شاہ کشمیری، العرف الشذي شرح سنن الترمذي، ت: محمود شاکر، (بیروت: دار التراث العربي، ۲۰۰۴ء)، ۱: ۳۵۔

۲- امام نووی (م ۶۷۶ھ) نے اپنی شرح مسلم میں امام مسلم کی اس حسن ترتیب پر خوب صورت گفت گو کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے: ابو زکریا محی الدین یحیی بن شرف النووی، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج (بیروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۳۹۲ھ)، ۱: ۱۵۔

کاحامل ہے، جس میں مؤلف زیرِ نظر روایات کی تخریج کرتے ہیں۔[۳] نسائی کی خصوصیت بعض احادیث کے ضمن میں مؤلف کا کلام: قال أبو عبدالرحمن: هذاالحديث خطاء.[۴] نیز تراجم نسائی ہیں۔ ابن ماجہ کی خصوصیت، اس کی متعدد نادر اور غریب احادیث ہیں۔[۵] اسی طرح سنن أبي داؤد کی کئی ایک خصوصیات ہیں،

۳- ترمذی کے حوالے سے اس ضمن میں شارحینِ حدیث کی متعدد کتب کا حوالہ ملتا ہے۔ مثلاً ابن سید الناس (م۷۳۴ھ)، آٹھویں صدی ہجری کے مصنف، جن کی کتاب عيون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير سیرت طیبہ کے موضوع پر ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں قاضی الشوکانی (م۱۲۵۰ھ) نے البدر الطالع في أعيان القرن التاسع میں، حافظ ابن حجر نے الدر الكامنة في رجال المائة الثامنة میں اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون میں نقل کیا ہے کہ انھوں نے ترمذی کی ایک مفصل شرح لکھنی شروع کی تھی، لیکن ابھی تقریباً دس جلدیں لکھ پائے تھے اور ایک ثلث کتاب باقی تھی کہ وفات ہوگئی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنی شرح کو علوم حدیث تک محدود رکھتے تو مکمل ہو جاتی، لیکن اس میں انھوں نے بہت سے علوم وفنون کو جمع کرنا شروع کیا، اس لیے عمر ساتھ نہ دے سکی، پھر بعد میں حافظ عراقی (م۸۰۶ھ) نے، جو حافظ ابن حجر کے استاذ ہیں، اس شرح کو مکمل کرنا شروع کیا، لیکن علامہ سیوطی (م۹۱۱ھ) کے قول کے مطابق وہ بھی مکمل نہ کر سکے، لہذا یہ مفصل شرح کبھی شائع نہ ہو سکی۔ حافظ ابن حجر نے بھی ترمذی کی ایک شرح لکھی تھی۔ فتح الباري میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث "أتى النبي ﷺ سباطة قوم" کی شرح کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ میں نے جامع ترمذی پر ایک شرح لکھی ہے، جس میں ثابت کیا ہے کہ بول قائما کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ ملاحظہ ہو: فتح الباري شرح صحيح البخاري، باب البول عند سباطة قوم، ۱:۳۳۰، لیکن یہ کتاب بھی دست بردِ زمانہ کا شکار ہوگئی، البتہ حال ہی میں اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بہ عنوان كشف النقاب عما يقوله الترمذي وفي الباب کراچی سے شائع ہوئی ہے۔

۴- ایسے مواقع پر البتہ امام نسائی کا احادیث پر کلام اور زیرِ نقد حدیث کے مقابل صحیح کی تلاش اہم تحقیق طلب امر ہے۔

۵- سنن ابن ماجة کی خصوصیات کے بارے میں مفصل معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، تهذيب التهذيب (بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء)، ۹:۵۳۱؛ صدیق حسن خان، الحطة في ذكر الصحاح الستة (لاہور: المكتبة العلمية، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) ۲۹۵؛ محمد لطفی الصباغ، الحديث النبوي: مصطلحه، بلاغته، كتبه (بیروت: المكتب الإسلامي، ۱۹۸۴ء)، ۵۳۵-۵۳۶۔

مثلاً محدث موصوف کسی حدیث کی سند کو بیان کرتے وقت ایک اور سند کے ساتھ اسی حدیث کی دوسری سند ذکر کر دیتے ہیں اور پھر ہر سند کے جو الفاظ مروی ہوتے ہیں ان کو الگ الگ ممتاز کر دیتے ہیں، اسی طرح ترجمۃ الباب کے ذریعے جمع بین الروایات اور دفع تعارض کی طرف اشارہ کرتے ہیں، نیز طویل حدیث کا اختصار کرتے اور حدیث کا وہ حصہ ذکر کرتے ہیں جو ترجمۃ الباب سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس نوع کی خصوصیات میں سب سے اہم خصوصیت قال أبو داؤد ہے۔ امام ابوداؤد کی قال أبو داؤد سے فقہی مسائل، اسانید، جرح وتعدیل، توجیہ حدیث اور شرحِ غرائب و مفردات وغیرہ مختلف اغراض ہوتی ہیں؛ ہر مقام پر اس کا مطلب اوران اختلافات وفروق کو سمجھنا، جن کو وہ بیان کرنا چاہتے ہیں، ایک نہایت اہم اور وقیع کام ہے۔ اس موضوع کی وضاحت سنن أبي داؤد کے شارحین اپنی شروحات میں کرتے ہیں۔ ان سطور میں قال أبو داؤد کے بارے میں صاحب بذل المجهود مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب و منہج کا جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔ ابو داؤد کی اس خصوصیت کا تذکرہ خود صاحبِ بذل المجہود نے اپنی کتاب کے مقدمے میں کیا ہے۔[6]

۶۔ مولانا سہارن پوری (م۱۳۴۶ھ) نے مقدمۂ کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے: وأهتم في هذا الشرح بأمور قلما يوجد في غيرها. (میں نے اپنی اس شرح میں چند ایسی چیزوں کا اہتمام کیا ہے جو صرف اور صرف اسی شرح ہی کا خاصہ ہے، کسی اور شرح میں وہ باتیں نہیں ہیں۔) اس عنوان کے ضمن میں "حل قال أبو داؤد" کے حوالے سے لکھتے ہیں: "وأما ما يتعلق بحل أقوال أبي داؤد فخاطري مقتضبه غالبا، لأنه لا يوجد من كتب المتقدمين ما يحل صعب أقواله." (اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت "حل قال أبو داؤد" ہے، اس حوالے سے جو گفت گو کی گئی ہے وہ میرے وسعت مطالعہ کا نتیجہ ہے، اس لیے کہ متقدمین کی کتب میں امام ابوداؤد کے مشکل اقوال کی اس طرح سہل انداز میں تشریح نایاب ہے۔) ملاحظہ ہو: مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مقدمة بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، (بیروت: دار البشائر الإسلاميه، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۶ء)، ۱: ۱۵۸۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ علی گڑھ میں ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو ایک سیمینار منعقد ہوا، جس کا مرکزی عنوان "علوم الحدیث: مطالعہ وتعارف" تھا، اس سیمینار میں علوم حدیث وکتب احادیث سے متعلق مختلف مقالہ جات پڑھے گئے، چند ایک احادیث کی شروحات سے متعلق بھی تھے۔ سیمینار میں پڑھے جانے والے مقالہ جات کو "علوم الحدیث، مطالعہ وتعارف" کے نام سے مکتبہ دار الکتب السلفیہ لاہور نے مولانا رفیق احمد رئیس سلفی کی کاوش سے شائع کیا ہے۔ اس سیمینار میں مولانا عزیز احمد مدنی نے ایک مقالہ "سنن أبي داؤد کی تین شروح: مختصر تقابلی جائزہ" کے عنوان سے پڑھا۔ اس میں تین شروح: غاية المقصود، عون المعبود اور

حکمِ حدیث اور اس کی تحقیق

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بسا اوقات حدیث ذکر کرنے کے بعد اس پر حکم لگاتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہ حدیث کیسی ہے؟ کبھی حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو کبھی اس کے منکر، مرسل یا معروف وغیرہ ہونے کی طرف۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح کے تبصرے پر شارح، ان کی بات کو من وعن ہی تسلیم نہیں کر لیتے، بلکہ اصول وضوابط کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے اپنا ناقدانہ تبصرہ کرتے ہیں، جو عقلی و نقلی دلائل سے مزین ہوتا ہے، جس سے قاری تھوڑے وقت میں بہت زیادہ فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی ایک مثال کتاب الطهارة کے باب الخاتم يكون فيه ذكر الله تعالىٰ يدخل به الخلاء کی ایک حدیث میں ملتی ہے، جسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: "عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَر."[7] (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی کو اتار کر جاتے تھے، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اس تبصرے پر مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "ولعل الحكم بنكارته لأمرين؛ الأول: ترك الواسطة بين ابن جريج والزهري، والثاني: تبديل المتن بمتن

بذل المجھود کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا۔ مقالہ نگار نے اپنے مذکورہ مقالے میں بذل المجھود کی جہاں دیگر امتیازی خصوصیات کا اعتراف کیا، تو وہیں مولانا سہارن پوری کی ان ابحاث کو بھی مکمل داد دی جو انھوں نے " حل قال أبو داؤد " کے ضمن میں کی ہیں، چناں چہ وہ لکھتے ہیں: "مؤلف نے ابوداؤد کے مشکل ترین اقوال کی توضیح وتشریح خود اپنے وسعتِ مطالعہ اور معلومات کی روشنی میں پیش کی ہے، کیوں کہ متقدمین کی کتابوں میں ان اقوال کا حل موجود نہیں۔ ملاحظہ ہو: عزیز احمد مدنی، "سنن ابی داؤد کی تین شروح غاية المقصود، عون المعبود اور بذل المجھود: مختصر تقابلی جائزہ"، رفیق احمد رئیس سلفی، علوم الحدیث مطالعہ وتعارف (لاہور: مکتبہ دار الکتب السلفیہ)، ۳۷۳-۴۰۲۔

۷۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب الخاتم يكون فيه ذكر الله تعالىٰ يدخل به الخلاء، ت: محمد محی الدین عبدالحمید (بیروت: المكتبة العصرية)، حدیث: ۱۹۔

آخر.“[۸] (امام ابوداؤد نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے، اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں، اول یہ کہ جریج اور زہری کے درمیان واسطے کو ذکر نہیں کیا گیا، دوم یہ کہ ایک متن کو دوسرے متن کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا ہے۔) اس مختصر سی وضاحت کے بعد مولانا سہارن پوری نے ”منکر“ کی تعریف ذکر کی ہے اور پھر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حدیث پر لگائے گئے حکم کو محدثین کے اصول وضوابط کی کسوٹی پر پرکھا ہے، جس کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو منکر قرار دینا قواعد وضوابط کی رو سے صحیح نہیں۔ مولانا سہارن پوری حدیثِ منکر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”المنكر من الحديث ما كان فيه الراوي الضعيف بسوء حفظه أو جهالته أونحو ذلک مخالفا للقوي، فالراجح المعروف، ومقابله المنكر.“[۹] (منکر وہ حدیث ہے جس میں کوئی ضعیف راوی چاہے اس کا ضعف حافظے کی کمزوری کی وجہ سے ہو یا اس کی جہالت (محدثین کے ہاں معروف نہ ہونے) کی وجہ سے، روایت حدیث میں اپنے سے قوی راوی کی مخالفت کرے، تو اس ضعیف راوی کی روایت کو منکر اور قوی کی روایت کو معروف کہا جاتا ہے۔)

مولانا سہارن پوری نے اپنی عادت کے موافق صرف اسی تعریف ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرح **نخبة الفكر** کے حوالے سے بھی منکر کی تعریف کی ہے، لکھتے ہیں: ”قال الحافظ في شرح **النخبة**: وإن وقعت المخالفة مع الضعف أي إن كان الراوي المخالف ضعيفا بسوء حفظه أو جهالته أو نحو ذلک فالراجح يقال له: المعروف، ومقابله المنكر.“[۱۰] (منکر وہ حدیث ہے جس میں کوئی ضعیف راوی چاہے اس کا ضعف حافظے کی کمزوری کی وجہ سے ہو یا اس کی جہالت کی وجہ سے، روایت حدیث میں اپنے سے قوی راوی کی مخالفت کرے، تو اس ضعیف راوی کی روایت کو منکر اور قوی کی روایت، کو معروف کہا جاتا ہے۔) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (م۸۵۲ھ) کی مذکورہ بحث سے پتا چلتا ہے کہ منکر کی تعریف میں دو مذہب ہیں۔ مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں کہ منکر کی تعریف کے حوالے سے محدثین کے ان دونوں گروہوں کی بات کو سامنے رکھا جائے تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو منکر کہنا درست معلوم نہیں ہوتا، ان کے الفاظ ہیں:

۸۔ خلیل احمد سہارن پوری، بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد (بيروت: دارالبشائر الإسلامية،۲۰۰۶ء)، ۱: ۲۳۰۔

۹۔ نفس مصدر۔

۱۰۔ نفس مصدر، ۱: ۲۳۱۔

فقول أبي داؤد: وهذا حديث منكر، لايكاد يصح على المذهبين، لأن همامًا ثقة حافظ، روى له الشيخان واحتجا به فليس بضعيف، ولا ممن يطعن بفحش الغلط أو كثرة الغفلة أو الجهالة أو ظهور الفسق فلا يكون حديثه منكرا على المذهبين، نعم لو قال أبوداؤد: وهذاحديث مدلس لكان له وجه، لأن أصحاب ابن جريج رووا عن ابن جريج بزيادة واسطة بينه وبين الزهري وخالفهم همام فحذفه.(۱۱)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ یہ حدیث منکر ہے ان دونوں مذاہب کی رو سے صحیح معلوم نہیں ہوتا، (جنھیں حافظ ابن حجر نے منکر کی تعریف میں ذکر کیا ہے) اس لیے کہ ہمام تو ثقہ راوی ہیں، جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ شیخینؒ (امام بخاری ومسلم) نے ان سے روایات لی ہیں اور ان سے استدلال کیا ہے۔ مزید بر آں ان کا شمار ان رواۃ میں ہوتا ہے جن پر نہ تو زیادہ غلطیوں کا طعن کیا گیا ہے اور نہ جہالت اور کثرتِ غفلت ہی کا، نیز ان سے کسی قسم کے فسق کا ظہور بھی نہیں ہوا۔ جب یہ تمام خوبیاں ان کے اندر پائی جاتی ہیں تو پھر ان کی مذکورہ روایت کو منکر کہنا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو مدلس قرار دیتے تو یہ بات درست مانی جاسکتی تھی، اس لیے کہ ابن جریج کے شاگردوں نے اس روایت کو جب ذکر کیا ہے تو ابن جریج اور زہری کے درمیان واسطے کے ساتھ ذکر کیا ہے، جب کہ ہمام نے اس حدیث کو ابن جریج اور زہری کے درمیان بغیر واسطے کے ذکر کیا ہے۔

مولانا سہارن پوری کا مذکورہ تبصرہ بلاشبہ وقیع ہے، مگر اس میں ایک چیز کھٹکتی ہے اور وہ یہ کہ شارح نے "منکر" کی تعریف نقل کرتے ہوئے جس کتاب کا حوالہ دیا وہ حافظ ابن حجر کی ہے جو فقہ میں امام شافعی کے پیروکار ہیں۔ مولانا سہارن پوری چوں کہ فقہ حنفی سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے مناسب یہ تھا کہ "منکر" کی تعریف کے حوالے سے احناف اصولیین کے موقف کو بھی پیش کر دیتے تاکہ حدیث منکر کے بارے میں احناف اصولیین کا موقف بھی سامنے آجاتا۔(۱۲)

۱۱۔ نفس مصدر، ۱: ۲۳۱۔

۱۲۔ احناف اصولیین کے نزدیک "منکر" کی تعریف بھی محدثین کی بیان کردہ تعریف سے ملتی جلتی ہے، **كشف الأسرار شرح أصول البزدوي** میں اس کی تعریف یوں مذکور ہے: "فأما إذا كان ظهر حديثه ولم يظهر من السلف إلا الرد لم يقبل حديثه وصار مستنكرا." (اگر کسی راوی کی حدیث اس طور پر ہو کہ اس طرح کی کوئی حدیث بھی اسلاف میں سے کسی سے منقول نہ ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، اور ایسی حدیث کو منکر اور مستنکر کہا جاتا ہے۔) اس حوالے سے جامع اور مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو: عبد العزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی، **كشف الأسرار شرح أصول البزدوي** (دارالكتب الإسلامي، س۔ن)، ۲: ۳۸۸۔

اس کی ایک اور مثال کتاب الصلاۃ کے باب في قیام شهر رمضان کی اس روایت سے ملتی ہے جسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: "حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هَذَا الْحَدِيثُ بِالْقَوِيِّ، مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ ضَعِيفٌ." [۱۳] (اس حدیث پر امام ابو داؤد نے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے اور ضعف کی وجہ بھی بیان کی ہے کہ مسلم بن خالد کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن مولانا سہارن پوری کی تحقیق کے مطابق مسلم بن خالد ضعیف نہیں ہیں، کیوں کہ بہت سارے محدثین سے ان کی توثیق ثابت ہے، لکھتے ہیں:

ولكن قال الحافظ في تهذيب التهذيب: ذكره ابن حبان في الثقات، وقال كان من فقهاء الحجاز، ومنه تعلم الشافعي الفقه قبل أن يلقى مالكا،وكان مسلم بن خالد يخطي أحيانا، وقال عثمان الدارمي عن ابن معين: ثقة، وقال أحمد بن محرز : سمعت يحيى بن معين يقول: كان مسلم بن خالد ثقة صالح الحديث،وقال الدار قطني: ثقة حكاه ابن القطان.[۱۴]

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب تهذيب التهذيب میں مسلم بن خالد کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے مسلم بن خالد کو ثقات (قابل اعتماد و قابل بھروسہ) راویوں میں شمار کیا ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ ان کا شمار حجاز کے فقہا میں ہوتا ہے، امام شافعی نے امام مالک کی شاگردی سے پہلے انھی سے فقہ کا علم حاصل کیا تھا، البتہ کبھی کبھی ان سے خطا بھی ہو جاتی تھی۔ اسی طرح عثمان دارمی اور ابن معین نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ احمد بن محرز فرماتے ہیں کہ میں نے یحیی بن معین سے کہتے ہوئے سنا کہ مسلم بن خالد ثقہ ہیں، ان کی حدیث قابل حجت ہے۔ امام دار قطنی نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے اور لکھا ہے کہ ان سے ابن قطان نے بھی روایت کیا ہے۔

مولانا سہارن پوری کی طرف سے اس ساری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگانا درست نہیں ہے، کیوں کہ مسلم بن خالد راوی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ راوی ہیں۔

مرسل ہونے کا حکم اور اس کی تحقیق

بعض اوقات امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کسی ایسی حدیث پر مرسل ہونے کا حکم لگاتے ہیں جو فقہائے احناف کا مستدل ہوتی ہے۔ ایسے مقام میں بھی مولانا سہارن پوری اس حدیث کی مکمل تحقیق کرتے ہیں، اور اس حدیث کی

۱۳۔ سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في قيام شهر رمضان، رقم: ۱۳۷۷۔

۱۴۔ سہارن پوری، بذل المجهود، ۶ : ۱۸-۱۹۔

مؤیدات تلاش کر کے اسے حسن ثابت کرتے ہیں اس کی مثال کتاب الصلاۃ کے باب في الأذان قبل دخول الوقت کی اس روایت میں ملتی ہے جسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: "حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: شَدَّادٌ مَوْلَى عِيَاضٍ لَمْ يُدْرِكْ بِلَالًا." [۱۵] (امام ابوداؤد نے اس حدیث کے بارے میں یہ کہا ہے کہ روایت میں آنے والے راوی شداد نے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ جس کی وجہ سے یہ حدیث مرسل ہو گئی۔)

مولانا سہارن پوری اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: "هذ ا الحديث حجة لأبي حنيفة ومحمد علي أبي يوسف والشافعي." [۱۶] (یہ حدیث امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی طرف سے امام شافعی اور امام ابویوسف کے خلاف واضح حجت ہے۔) [۱۷] اب امام ابوداؤد کی طرف سے کیے گئے اس تبصرے کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "فأشار المصنف إلى ضعف هذا الحديث بانقطاعه وإرساله، واختلف في رده وقبوله، فقال أبو حنيفة ومالک وأحمد في قول: يقبل مطلقا، قال في النخبة: فذهب جمهور المحدثين إلى التوقف لبقاء الاحتمال، وهو أحد قولي أحمد، وثانيهما وهو قول المالكيين والكوفيين: يقبل مطلقا." [۱۸] (مصنف کتاب امام ابوداؤد نے اس حدیث کے مرسل اور منقطع ہونے کی طرف اشارہ کر کے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ چناں چہ اس کے رد و قبول میں فقہا و محدثین میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ حدیث مرسل کو مطلقا قبول

۱۵- سنن أبي داؤد، کتاب الصلاۃ، باب في الأذان قبل دخول الوقت، رقم: ۵۳۲۔

۱۶- سہارن پوری، مصدرِ سابق، ۳: ۳۵۵۔

۱۷- واضح رہے کہ مذکورہ حدیث ایک مختلف فیہ مسئلے میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کی واضح دلیل ہے۔ وہ مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ اتنی بات پر تو تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ فجر کے علاوہ کی نمازوں میں اگر مؤذن نے وقت سے پہلے اذان دے دی تو اذان نہیں ہو گی، اس کا اعادہ کروایا جائے گا۔ اختلاف اس بات میں ہوا ہے کہ اگر کسی مؤذن نے فجر کی اذان وقت سے پہلے دے دی تو کیا اس کا بھی اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اعادہ کروایا جائے گا، جب کہ امام ابویوسف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اعادہ نہیں کروایا جائے گا۔

۱۸- سہارن پوری، بذل المجهود، ۳: ۳۵۵۔

کیا جائے گا۔ نخبة الفكر میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جمہور محدثین تو توقف کی طرف ہی گئے ہیں کیوں کہ یہاں بہ ہر حال دوسرا احتمال بھی ہے، اور یہی ایک قول امام احمد کا بھی ہے، جب کہ امام مالک اور امام احمد کا دوسرا قول یہی ہے کہ حدیث مرسل کو مطلقاً قبول کیا جائے۔)[۱۹]

احناف اصولیین کی کتب کے مطالعے سے حدیثِ مرسل کے قبول وعدم قبول کے بارے میں ان کے پانچ مذاہب معلوم ہوتے ہیں:

ایک مذہب عیسیٰ بن ابان کا ہے۔ ان کے نزدیک قرنِ ثالث تک کے لوگوں کا مرسل مقبول ہے، اس شرط کے ساتھ کہ راوی عادل ہو، البتہ بعد کے زمانے کے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص مرسل روایت کرے تو اگر وہ جرح وتعدیل کے اصول وضوابط کی معرفت رکھتا ہو اور ائمہ دین میں سے ہو تو اس کا ارسال بھی قبول کر لیا جائے گا ورنہ نہیں۔[۲۰] اس مذہب کو اختیار کرنے والوں میں علامہ بزودی[۲۱] علامہ خبازی[۲۲] علامہ ساعاتی[۲۳] صاحب **كشف الأسرار** علامہ بخاری[۲۴] علامہ بابرتی[۲۵] ملا علی قاری[۲۶] اور ظفر احمد عثمانی[۲۷] شامل ہیں۔

۱۹۔ واضح رہے کہ حدیث مرسل کی چار انواع ہیں: صحابی کی مرسل، قرن ثانی اور ثالث کی مرسل، ان کے بعد کے زمانے میں آنے والے ہر عادل کی مرسل اور وہ روایت جو من وجہ مرسل اور من وجہ متصل ہو۔ حدیث مرسل کے قبول ورد کے بارے میں محدثین اور فقہا کا جو اختلاف مروی ہے وہ پہلی قسم کے علاوہ کا ہے، اس لیے کہ صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں۔ ملاحظہ ہو: البخاری، **كشف الأسرار**، ۳: ۷۔

۲۰۔ ملاحظہ ہو: قاسم بن قطلوبغا، **خلاصة الأفكار شرح مختصر المنار** (دار ابن حزم، ۱۴۲۴ھ)، ۱۳۴۔

۲۱۔ فخر الاسلام علی بن محمد البزودی الحنفی، **كنز الوصول إلى معرفة الأصول** (کراچی: نور محمد کتب خانہ، س ن)، ۱۷۱۔

۲۲۔ جلال الدین عمر بن محمد بن عمر الخبازی، **المغني في اصول الفقه**، تحقیق: مظہر بقا (مکہ مکرمہ: جامعة أم القریٰ، ۱۳۹۱ھ)، ۱۹۱۔

۲۳۔ احمد بن علی بن تغلب ابن الساعاتی، **نهاية الوصول إلى علم الأصول المعروف ببديع النظام الجامع بين كتابى البزدوي والأحكام** (بيروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۲۵ھ)، ۱۷۹۔

۲۴۔ البخاری، **كشف الأسرار**، ۳: ۱۷۔

۲۵۔ اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی، **التقرير لأصول فخر الإسلام البزدوي**، تحقیق: د۔ عبد السلام صبحی، (کویت: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، ۲۰۰۵ء)، ۴: ۲۵۴۔

۲۶۔ ملا علی القاری، **توضيح المباني وتنقيح المعاني**، تحقیق: الیاس قبلان (بیروت: دار صادر، ۱۴۲۷ھ)، ۳۲۷-۳۲۸۔

۲۷۔ ظفر احمد عثمانی، **قواعد في أصول الحديث** (کراچی: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، س ن)، ۱۳۸- ۱۳۹۔

دوسرا مذہب ابو الحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اس کے مطابق عادل شخص کی مرسل روایت کو قبول کیا جائے گا، چاہے وہ کسی بھی زمانے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس مذہب کے متبعین میں سے علامہ سمرقندی(۲۸) علامہ احسائی(۲۹) علامہ محلاوی(۳۰) اور علامہ آمدی(۳۱) وغیر شامل ہیں۔

تیسرا مذہب امام ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس میں قرنِ ثالث تک کے لوگوں کی مرسل اس شرط کے ساتھ قبول ہے کہ وہ کسی غیر ثقہ سے روایت نہ کرتا ہو۔ اور اس کے بعد کے زمانے کے شخص کی مرسل اس وقت قبول کی جائے گی جب وہ عادل رواۃ سے روایت کرنے میں معروف ہو۔(۳۲) اس مذہب کو اختیار کرنے والوں میں سے علامہ سرخسی(۳۳) اور علامہ کاکی الخجندی(۳۴) شامل ہیں۔

۲۸۔ ملاحظہ ہو: علاء الدین ابو بکر محمد بن احمد السمرقندی، میزان الأصول في نتائج العقول، تحقیق: د۔ محمد زکی عبدالبر (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۰۴ھ)، ۴۳۷-۴۳۸۔

۲۹۔ محمد بن ابی بکر الملا الحنفی الاحسائی، اللفظ المعقول في بیان تعریف الأصول، تحقیق: د۔ علی بن سعد بن صالح (بیروت: مکتبة الرشد، ۱۴۲۵ھ)، ۱۴۳۔

۳۰۔ محمد بن عبد الرحمان عبد المحلاوی، تسهیل الوصول إلی علم الأصول، (مصر: المصطفیٰ البابي الحلبي، س ن)، ۱۶۳۔

۳۱۔ علی محمد الآمدی، الإحکام في أصول الأحکام، تحقیق: سید الجمیلی (بیروت: دار الکتاب العربي، ۱۴۱۸ھ)، ۲: ۱۳۷۔

۳۲۔ احمد بن علی الرازی الجصاص، الفصول في الأصول، تحقیق: د۔ جاسم النشمی (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۲۰ھ)، ۲: ۳۰۔

۳۳۔ ملاحظہ ہو: ابو بکر احمد بن ابی سہل السرخی، أصول السرخسي، تحقیق: ابو الوفاء الافغانی (بیروت: دار الکتب العلمیة ۱۴۲۶ھ)، ۱: ۳۶۳۔

۳۴۔ محمد بن محمد بن احمد الکاکی، جامع الأسرار شرح المنار (مکہ مکرمہ: مکتبة نزار مصطفی الباز، ۱۴۱۸ھ)، ۳: ۷۰۹۔
یاد رہے کہ علامہ کاکی نے اپنے کتاب میں اس بات کی صراحت نہیں کی کہ حدیث مرسل کے حوالے سے ان کا مذہب کیا ہے، البتہ ان کے طرزِ کلام سے بات اخذ ہوتی ہے کیوں کہ ذکر مذاہب میں انھوں سے سب سے آخر میں اس مذہب کا تذکرہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

چوتھا مذہب یہ ہے کہ قرنِ ثالث کے بعد والے کسی شخص کی بھی مرسل روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اس مذہب کو اپنے بعض شیوخ کی طرف منسوب کیا ہے،(۳۵) لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب متاخرین اسلاف میں سے کسی کا بھی نہیں رہا ہے۔ ان چار مذاہب کا تذکرہ احناف متقدمین کی کتب میں ملتا ہے۔

اس کے بعد محقق ابن الہمام آئے، انھوں نے ایک اور رائے پیش کی، جس کے مطابق مرسل روایت کا راوی اگر کوئی امام اور پیشوا ہے تو چاہے اس کا تعلق جس زمانے سے بھی ہے، اس کی مرسل روایت کو قبول کیا جائے گا۔(۳۶) اس مذہب کو اختیار کرنے والے حضرات میں علامہ ابن الہمام کے شاگردِ رشید امیر الحاج(۳۷) شامل ہیں۔ ان تمام مذاہب میں پہلا مذہب راجح معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ قرونِ ثلاثہ کے صلاح وخیر کے بارے میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے، جب کہ بعد والے زمانوں میں اس درجے کی دیانت داری، تقوی، اخلاص اور للٰہیت باقی نہیں رہی۔

حدیث مرسل کے حوالے سے ایک اور مقام پر بھی مولانا سہارن پوری نے کلام کیا ہے، لیکن وہاں مرسل کی تعریف اور مختصراً حکم بھی ذکر کیا ہے، اس جگہ بھی مرسل کی تعریف حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) کی شرح **نخبة الفكر** کے حوالے سے ہی ذکر کی ہے، چناں چہ لکھتے ہیں: "والمرسل: هو ما سقط من آخره بعد التابعي، وصورته أن يقول التابعي سواء كان صغيرا أو كبيرا: قال رسول الله ﷺ كذا، أو فعل ﷺ كذا، أو فُعِل بحضرته ﷺ كذا، هذا هو مشهور وهو المعتمد، قاله الحافظ في **شرح النخبة**."(۳۸) (حدیث مرسل وہ حدیث ہے کہ جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد راوی گرا ہوا ہو، جس کی صورت یہ ہے کہ کوئی تابعی چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، کہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا، یا کوئی کام اس طرح

۳۵۔ جصاص، **الفصول**، ۲: ۳۰۔

۳۶۔ ابن الہمام، **التحرير في أصول الفقة الجامع بين اصطلاحي الحنفية والشافعية** (مصر: مكتبة مصطفى البابي الحلبي، س ن)، ۳۴۴۔

۳۷۔ امیر الحاج، **التقرير والتحبير شرح التحرير** (مصر: دار الكتب العلمية بولاق، ۱۴۰۳ھ)، ۲: ۲۸۹۔

۳۸۔ سہارن پوری، **بذل المجهود**، ۲: ۴۲-۴۳۔

کیا، یا حضور ﷺ کے سامنے کوئی کام اس طرح کیا گیا۔ یہی تعریف زیادہ مشہور اور قابل اعتماد ہے، اور اسی کو حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب شرح **نخبة الفكر** میں تحریر کیا ہے۔)[۳۹] امام ابو داؤد کی غرض کو ذکر کرنے کے بعد مولانا سہارن پوری حدیثِ مذکور کے مؤیدات کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وقال في **الجوهر النقي**: قال ابن أبي شيبة في **المصنف**: حدثنا جرير عن منصور عن أبي إسحاق عن الأسود عن عائشة

۳۹۔ مولانا سہارن پوری نے اس مقام پر بھی حدیث مرسل کی تعریف حافظ ابن حجر کی **شرح نخبة الفكر** کے حوالے سے کی ہے، حالاں کہ احناف اصولیین نے بھی اپنی کتب میں حدیث مرسل کی تعریف کی ہے۔ اگر اس جگہ ان کی تعریف کو بھی ذکر کر دیا جاتا تو قاری کے لیے زیادہ مفید ہوتا۔ اصولیین کی کتب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں ہر وہ حدیث مرسل ہوتی ہے جس کی سند سے کوئی راوی گرا ہوا ہو، چاہے وہ سند کے شروع سے، یا درمیان سے یا آخر سند سے ہو۔ چناں چہ فقہا کے ہاں مرسل کی تعریف یہ ہے: "فِي اصْطِلاحِ الْفُقَهَاءِ هُوَ قَوْلُ غَيْرِ صَحَابِيٍّ فِي كُلِّ عَصْرٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِنَا وَالْكَرْخِيِّ وَالْجُرْجَانِيِّ." (اصطلاح فقہا میں مرسل وہ روایت ہے کہ صحابی کے علاوہ کسی بھی زمانے میں کوئی شخص کہے: قال رسول اللہ ﷺ، یہی قول ہے ہمارے اصحاب کا، اور امام کرخی اور علامہ جرجانی کا۔) ملاحظہ ہو: تقی الدین ابو البقاء محمد بن احمد بن عبد العزیز بن علی الفتوحی ابن النجار الحنبلی، **شرح الكوكب المنير**، ت: محمد الزحیلی ونزیہ حماد (مكتبة العبيكان، ۱۴۱۸ھ)، ۲: ۵۷۴؛ اس تعریف کی مزید وضاحت علامہ شوکانی کی **إرشاد الفحول** میں ملتی ہے: "وَأَمَّا جُمْهُورُ أَهْلِ الْأُصُولِ فَقَالُوا: الْمُرْسَلُ، قَوْلُ مَنْ لم يلق النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَوَاءٌ كَانَ مِنَ التَّابِعِينَ أَوْ مِنْ تَابِعِي التَّابِعِينَ أَوْ مِمَّنْ بَعْدَهُمْ۔" (جمہور اہل اصول مرسل کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ جس شخص کی نبی کریم ﷺ سے ملاقات نہ ہوئی ہو، وہ کہے: قال رسول اللہ ﷺ، چاہے وہ تابعی ہو یا تبع تابعی یا ان کے بعد کے زمانے کا کوئی شخص۔) ملاحظہ ہو: محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی، **إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول** (بيروت: دارالكتاب العربي، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء)، ۱: ۱۷۳۔ مزید برآں حدیث مرسل کے حکم، تعریف اور وجہ تسمیہ کے حوالے سے مفصل معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: البخاری، **كشف الأسرار**، ۳: ۷۔

قالت: ما كانوا يؤذنون حتى ينفجر الفجر ،وهذا سند صحيح."[۴۰] (الجوهر النقي میں مصنف ابن أبي شيبة کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جریر عن منصور عن ابی اسحاق عن اسود کے طریق سے مروی ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اذان دینے والے اس وقت تک اذان نہیں دیا کرتے تھے جب تک صبح صادق طلوع نہ ہو جاتی۔ اور حدیث بالکل صحیح ہے۔) اسی طرح حدیث کا دوسرا مؤید ذکر کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "وفي التمهيد: وروى زبيد الأيامى عن إبراهيم قال: كانوا إذا أذن المؤذن بليل أتوه فقالوا: اتق الله وأعد أذانک."[۴۱] (اسی طرح التمهيد میں علامہ ابن عبد البر نے زبید الایامی سے جو کہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کہیں ایسا ہو تا کہ کوئی مؤذن طلوع صبح صادق سے پہلے ہی اذان دے دیتا تو لوگ اس کے پاس آتے اور کہتے: ارے اللہ سے ڈر اور اذان دوبارہ کہہ۔) ان دو روایات سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے جسے امام ابوداؤد نے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

حدیث پر کسی دوسری سند کے ذریعے حکم اور اس کی تحقیق

صاحبِ سنن بسا اوقات ایک حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اسی حدیث کی ایک اور سند کو بیان کرتے ہوئے اس پر حکم بھی لگا دیتے ہیں، ان کی اس طرح کی عبارت کو سمجھنا قدرے مشکل ہوتا ہے۔ مولانا سہارن پوری نے اس مشکل کو نہایت خوب صورتی سے حل کیا ہے۔ کتاب الطهارة کے باب: كيف التكشف عند الحاجة کے ضمن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث روایت ذکر کی گئی ہے: "حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ رَجُلٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ:أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ حَاجَةً لَا يَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتَّى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ – وَهُوَ ضَعِيفٌ."[۴۲] (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

۴۰- سہارن پوری، بذل المجهود، ۳: ۳۵۵۔

۴۱- نفس مصدر، ۳: ۳۵۵۔

۴۲- سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب كيف التكشف عند الحاجة، رقم:۱۴۔

کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب قضاے حاجت کا ارادہ فرماتے تو اس وقت تک اپنے کپڑے نہ اٹھاتے جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اسی حدیث کو ایک اور سند "عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ" کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے)

لیکن وہ ضعیف ہے۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے سند کو ذکر کرنے کے بعد وَهُوَ ضَعِيفٌ فرمایا ہے، مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں اس سے قاری کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ امام ابوداؤد کی مراد راوی حدیث ہے، کہ اس سند میں آنے والے راوی عبد السلام بن حرب ضعیف ہیں، حالاں کہ اس جگہ هو ضمیر کا مرجع سند ہے نہ کہ راوی حدیث۔ مصنف کی مراد یہ ہے کہ جس سند سے عبد السلام بن حرب اس حدیث کو روایت کر رہے ہیں وہ سند ہی ضعیف ہے، رہا عبد السلام بن حرب کا معاملہ، تو وہ ثقہ راوی ہیں، ان کا ضعف کہیں بھی مروی نہیں ہے۔ مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "قال في درجات مرقاة الصعود:[۴۳] ولم يرد تضعيف عبد السلام لأنه ثقة من رجال الصحيحين، بل تضعيف طريق من قال: عن أنس، لأن الأعمش لم يسمع عن أنس فلهذا قال الترمذي: مرسلًا."[۴۴] (درجات مرقاة الصعود میں مذکور ہے کہ عبد السلام کا ضعیف ہونا تو کہیں سے بھی ثابت نہیں ہے۔ وہ کیسے ضعیف ہو سکتے ہیں؟ جب کہ وہ صحیحین کے رواۃ میں شمار کیے جاتے ہیں، البتہ جس سند سے وہ روایت کر رہے ہیں وہ طریق اور سند ضعیف ہے، کیوں کہ اس سند میں ہے: عن الأعمش عن أنس، حالاں کہ اعمش کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔)

مولانا سہارن پوری قال أبو داؤد کا خلاصہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۴۳- یہ کتاب بھی سنن أبي داؤد کی شروحات میں سے ہے اور علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی تالیف شدہ "مرقاة الصعود إلى سنن أبي داؤد" کا ملخص ہے، جسے علی بن سلیمان الدمنتی (م ۱۳۰۶ھ) نے تالیف کیا ہے۔ یہ کتاب قاہرہ سے ۱۲۹۸ھ میں چھپ چکی ہے۔ واضح رہے کہ علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی شرح مرقاة الصعود إلى سنن أبي داؤد کے مخطوط نسخے ہی پائے جاتے ہیں جن کی طرف فواد سیزگین نے اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: فواد سیزگین، تاریخ التراث (السعودیة: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامیة، ۱۹۹۱ء)، ۱: ۲۳۶۔

۴۴- سہارن پوری، بذل المجهود، ۱: ۲۱۰۔

وحاصل ما قال، أبوداؤد أن ها هنا روايتين،رواية عن الأعمش عن رجل عن ابن عمر،ورواية عبد السلام بن حرب عن الأعمش عن أنس، فضعف أبوداؤد رواية عن أنس بن مالک ،لأن هذه الرواية مرسلة، فإن الأعمش لم يلق عن أنس بن مالک ولا أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ...[۴۵]

اس قال أبو داؤد کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ دو روایتیں ہیں، ایک روایت کی سند میں اعمش کسی مبہم شخص سے روایت کرتے ہیں (جن کے نام کا تذکرہ یہاں نہیں ہے)اور وہ مبہم شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے، جب کہ دوسری روایت کی سند میں عبد السلام بن حرب، امام اعمش سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ ان دونوں اسانید میں سے امام ابوداؤد نے دوسری سند کو ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے کہ امام اعمش کی نہ تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو سکی اور نہ ہی کسی اور صحابی رسول ﷺ سے۔ البتہ جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسے امام ابوداؤد نے ضعیف نہیں قرار دیا، وجہ یہ ہے کہ اس روایت میں امام اعمش کسی واسطے کے ساتھ روایت کر رہے ہیں اگرچہ وہ واسطہ مبہم ہی ہے، اور ظاہر بات ہے کہ جب امام ابوداؤد نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے تو یہ مبہم واسطہ بھی ان کے نزدیک ثقہ ہی ہوگا، کیوں کہ اگر یہ مبہم واسطہ مجہول ہوتا یا یہ غیاث بن ابراہیم ہوتا تو یقیناً اس روایت کو بھی ضعیف قرار دیتے۔

حدیث میں وارد الفاظ پر حکم اور ان کی تحقیق

کبھی کبھی امام ابوداؤد کسی حدیث کے آخر میں اس حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ پر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ الفاظ فلاں راوی سے تو منقول ہیں اور فلاں سے نہیں، وغیرہ۔ مولانا سہارن پوری اس تبصرے کی بھی تحقیق کرتے ہیں، اور اس روایت کے طرق کی چھان بین کرتے ہوئے انھیں اس تبصرے کے خلاف کوئی چیز ملے تو اسے منظر عام پر لاتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب الصلاۃ کے باب: في الصلاة تقام ولم يات الإمام، ينتظرونه قعودا، میں اس کی ایک مثال ملتی ہے: ”حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ، قَالَ: حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ: ”قَدْ خَرَجْتُ“، إِلَّا مَعْمَرٌ، وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ لَمْ يَقُلْ فِيهِ: قَدْ خَرَجْتُ.“[۴۶] (امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس

۴۵۔ نفس مصدر، ا: ۲۱۰۔

۴۶۔ سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب: في الصلاة تقام ولم يات الإمام ،ينتظرونه قعودا، رقم:۵۳۸۔

حدیث کے سلسلے میں قَدْ خَرَجْتُ کے الفاظ صرف اور صرف معمر ہی نے روایت کیے ہیں، البتہ ابن عیینہ نے معمر سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں قَدْ خَرَجْتُ کے الفاظ نہیں ہیں۔) خلاصہ یہ کہ مذکورہ حدیث امام معمر سے ان کے دو شاگرد روایت کر رہے ہیں؛ ایک عیسیٰ بن یونس اور دوسرے سفیان بن عیینہ۔ عیسیٰ بن یونس کی روایت میں قد خرجت کے الفاظ ہیں، جب کہ سفیان بن عیینہ کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ امام ابوداؤد لکھتے ہیں کہ قد خرجت کے الفاظ صرف اور صرف معمر ہی کی روایت میں مذکور ہیں، اس کے علاوہ کسی اور طریق سے مروی نہیں۔ مولانا سہارن پوری امام ابوداؤد پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قلت: قال مسلم بن الحجاج في صحيحه: وزاد إسحاق في روايته حديث معمر و شيبان حتى تروني قد خرجت، فهذا يدل على أن الحصر ممنوع، فإن في حديث شيبان برواية إسحاق بن إبراهيم هذه الزيادة مذكورة." (۴۷) (امام ابوداؤد کا تو کہنا یہ ہے کہ قد خرجت کے الفاظ معمر کے علاوہ کسی اور طریق سے ثابت نہیں۔۔۔جب کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس کے علاوہ اسحاق بن ابراہیم کی سند سے قد خرجت کے الفاظ کو ثابت کیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابوداؤد کا تبصرہ درست نہیں۔)

اختلافِ رواۃ کی طرف اشارہ

بسا اوقات امام ابوداؤد کا مقصد قال أبو داؤد سے سند میں راویوں کے اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح کے مقامات میں امام ابوداؤد کے اس منہج کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ مولانا سہارن پوری نے اس طرح کے پیچیدہ مقامات کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی ایک مثال كتاب الطهارة کے باب في الاستتار في الخلاء کی اس روایت میں ملتی ہے، جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنِ الْحُصَيْنِ الْحُبْرَانِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ ثَوْرٍ، قَالَ: حُصَيْنٌ الْحِمْيَرِيُّ،

۴۷۔ سہارن پوری، بذل المجھود، ۳: ۳۶۸۔

وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ ثَوْرٍ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ:أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. "[۴۸]

اس حدیث کو ابو عاصم نے ثور سے اور انھوں نے حصین الحمیری سے روایت کیا ہے، اسی طرح اسی حدیث کو عبد الملک بن صباح نے ثور سے اور انھوں نے ابو سعید الخیر سے روایت کیا ہے۔ اس "قال أبو داؤد" میں دو قسم کے اختلافات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ پہلے اختلاف کی توضیح کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "غرض أبي داؤد بهذا بيان الاختلاف بين رواية عيسىٰ بن يونس ورواية أبي عاصم، فإن عيسىٰ قال: عن الحصين الحبراني، وقال أبو عاصم:الحميري، وكلاهما صحيح كما مر، فإن حبران بطن من حمير."[۴۹] (امام ابوداؤد کی غرض "عیسیٰ بن یونس" اور "ابو عاصم" کی روایات میں اختلاف کو بیان کرنا ہے، وہ اس طرح کہ عیسیٰ بن یونس فرماتے ہیں کہ حصین الحبرانی نے بیان کیا، جب کہ ابو عاصم کا کہنا ہے کہ حصین الحمیری نے بیان کیا۔ مولانا سہارن پوری فرماتے ہیں کہ حصین حبرانی ہو یا حصین الحمیری دونوں صحیح ہیں، کیوں کہ حبران قبیلہ حمیر کی شاخ ہے۔)

دوسرے اختلاف کی طرف اشارہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے: "وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ ثَوْرٍ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ"۔ یہ اختلاف کس قسم کا ہے؟ اس کی توضیح کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "يعني إن رواية عيسىٰ بن يونس فيها عن أبي سعيد من غير زيادة عليه، وفي رواية عبد الملك بن الصباح بزيادة لفظ الخير، أخرج رواية عبد الملك بن الصباح ابن ماجة، لكن فيها أبو سعد الخير بدون الياء بزيادة لفظ الخير."[۵۰] (اس حدیث کی دو اسناد ہیں، ایک سند عیسیٰ بن یونس کی ہے جب کہ دوسری عبد الملک بن الصباح کی، ان اسانید میں مقامِ اختلاف، راوی "ابو سعید" ہیں۔ عیسیٰ بن یونس کی روایت میں "ابو سعید" کے الفاظ ہیں، ان کے نام کے ساتھ "الخیر" کا اضافہ نہیں ہے اور عبد الملک بن الصباح

۴۸- سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في الاستتار في الخلاء، رقم:۳۵۔

۴۹- سہارن پوری، بذل المجهود، ۱: ۲۷۰۔

۵۰- نفس مصدر۔

کی سند میں "ابوسعید الخیر" کے الفاظ مذکور ہیں۔ جب کہ ابن ماجہ کی روایت میں، جو کہ عبد الملک بن الصباح سے مروی ہے، اس میں " ابو سعد الخیر" کے الفاظ ہیں۔) "قال أبو داؤد" کی مختصر سی تمہید کے بعد مولانا سہارن پوری اس اختلاف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"وبالجملة فههنا اختلافات ثلاثة: الأول: أنه أبو سعيد بالياء أو أبو سعد بغير الياء، والثاني: هل هو صحابي أو ليس بصحابي، والثالث: انه ملقب بالخير أو لا." (۵۱) (اس جگہ تین طرح کے اختلافات ہیں، اول یہ کہ ان کا نام ابو سعد ہے یا ابو سعید۔ دوم یہ صحابی رسول ﷺ ہیں یا نہیں، سوم ان کا لقب ابو الخیر ہے یا نہیں۔)

پہلا اختلاف

راوی کے بارے میں پہلا اختلاف یہ تھا کہ ان کا نام کیا ہے؟ ابو سعید ہے یا ابو سعد؟ اس حوالے سے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں:

فأما الاختلاف الأول: فقال الحافظ في تهذيب التهذيب، ونسب إلى أبي داؤد و ابن ماجة فقال: أبوسعيد الحبراني الحميري الحمصي، ويقال: أبو سعد الخير الأنماري، ويقال: إنهما اثنان، ثم قال: قلت: الصواب التفريق بينهما، فقد نص على كون أبي سعد الخير صحابيا: البخاري وابن حبان وجماعة، وأما أبو سعيد الحبراني فتابعي قطعا...(۵۲)

پہلے اختلاف کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب تهذيب التهذيب میں امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بارے میں دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں، کہ ابو سعید الحبرانی الحمیری الحمصی اور ابو سعد الخیر الانماری دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو مختلف شخصیات کے نام ہیں، لیکن فیصلہ کن بات کیا ہے؟ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس بارے میں صحیح اور درست بات یہ ہے کہ دو الگ الگ اشخاص کے نام ہیں، ابو سعد الخیر صحابی رسول ﷺ ہیں، جب کہ ابو سعید الحبرانی تابعی ہیں، امام بخاری، ابن حبان اور محدثین کی ایک جماعت کی طرف سے اس بات کی تائید ثابت ہے۔

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب تقريب التهذيب میں بھی اسی راوی کے حوالے سے تفصیلی کلام کیا ہے، چناں چہ وہاں بھی اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابو سعید الحبرانی جن کا اصل نام زیاد ہے، مجہول

۵۱- نفس مصدر، ا: ۲۸۰۔

۵۲- نفس مصدر۔

راوی ہیں اور ان کا شمار محدثین کے تیسرے طبقہ میں ہوتا ہے۔اس تفصیل کے بعد مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں:
"ويعلل الدار قطني أن عبد الملك بن الصباح والحسن بن علي عن أبي عاصم قالا عن ثور: عن أبو سعد بسكون عينه، إن عيسى بن يونس قال عن ثور: أبوسعيد ،كأمير، وإنه الصحيح ،وقال النووي : المشهور فيه أبو سعيد ،كأمير، انتهى." [۵۳] (اس راوی کے حوالے سے امام دار قطنی نے فیصلہ کن بات کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عبد الملک بن الصباح اور حسن بن علی نے ابوعاصم نے امام ثور سے جو روایت نقل کی ہے اس میں " ابو سعد " کے الفاظ ہیں جب کہ عیسیٰ بن یونس نے امام ثور سے جو روایت نقل کی ہے اس میں " ابو سعید " کے الفاظ ہیں، اور یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے، اسی طرح امام نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ اس بارے میں مشہور یہی ہے کہ یہ راوی " ابو سعید " ہی ہیں۔ واضح رہے کہ امام دار قطنی اور امام نووی دونوں حضرات نے لفظِ سعید کو ضبط بھی کیا ہے کہ سعید، امیر کی طرح پڑھا جائے گا۔ تاکہ کہیں سہو کتابت کی وجہ سے اسے "ابو سعد" نہ پڑھ دیا جائے۔) اس ساری بحث کے بعد مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "فهذه العبارات تدل على أن الظاهر أنه أبو سعيد، كأمير." [۵۴] (ان ساری عبارات سے پتا چلتا ہے کہ سند میں آنے والے راوی کا نام ابو سعید ہے جو کہ امیر کے وزن پڑھا جاتا ہے۔)

دوسرا اختلاف

اس راوی کے بارے میں دوسرا اختلاف یہ تھا کہ آیا یہ صحابی رسول ہیں یا نہیں؟ اس بارے لکھتے ہیں:
"وأما الاختلاف الثاني: فيكفي لدفعه ما قال الحافظ: وأما أبو سعيد الحبراني فتابعي قطعا، فقول البعض بكونه صحابيا، ليس بصحيح." [۵۵] (اس بارے میں حافظ ابن حجر کی بات ہی کافی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابو سعید الحبرانی یقینی طور پر تابعی ہیں، جن حضرات نے انھیں صحابی کہا ہے وہ درست نہیں ہے۔)

۵۳- نفس مصدر، ۱: ۲۸۱۔

۵۴- نفس مصدر۔

۵۵- نفس مصدر۔

تیسرا اختلاف

اس راوی کے بارے میں تیسرا اختلاف یہ تھا کہ ان کے نام کے آخر میں لفظِ "الخیر" ہے یا نہیں؟اس بارے میں بھی مولانا سہارن پوری نے حافظ ابن حجر کی بات پر اعتماد کیا ہے، لکھتے ہیں: "وأما الاختلاف الثالث: فيتكفل لدفعه ما قال الحافظ في تهذيب التهذيب: وإنما وهم بعض الرواة فقال في حديثه: عن أبي سعد الخير، ولعله تصحيف وحذف."[۵۶] (اس اختلاف کے حل کے سلسلے میں بھی حافظ ابن حجر کا قول ہی معتبر ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے ابو سعد الخیر کہا ہے دراصل ان سے وہم ہوا ہے ،اور شاید اس بارے میں رواۃ سے تصحیف اور حذف واقع ہوا ہے۔ اس کے بعد مولانا نے تصحیف وحذف کی وضاحت کی ہے۔) لکھتے ہیں: "فالتصحيف فيه في الجزء الأول بتبديل أبي سعيد بصورة أبي سعد، والحذف في الجزء الثاني، وكان في الأصل الحبراني فحذف الجزء الأخر وأبقى لفظ الخير."[۵۷] (راوی کے نام میں رواۃ سے تصحیف اور حذف واقع ہوا ہے، تصحیف تو جزو اول میں ہوئی ہے؛ وہ اس طرح کہ ابو سعید کی 'یا' کو گرا کر ابو سعد کر دیا گیا اور حذف جزو ثانی میں ہوا ہے، وہ اس طرح کہ اصل میں ان کا نام الحبرانی تھا، لیکن اس کے آخر سے حذف کر کے اسے الخیر بنا دیا گیا۔) نتیجتاً یہ کہ: "فعلم من هذا أن أبا سعيد هذا الذي يروي عن أبي هريرة لا يلقب بالخير."[۵۸] (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی کا لقب ابو الخیر نہیں ہے۔) اس حدیث کے بعد امام ابو داؤد نے ایک اور شبہے کا ازالہ کچھ یوں کیا ہے: "قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو سَعِيدِ الْخَيْرُ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."[۵۹] (امام ابو داؤد رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ابو سعید الخیر ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی نام ہے۔) امام ابو داؤد کے اس تبصرے کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "امام ابو داؤد کی غرض اس "قال أبو داؤد" سے ایک شبہے کا ازالہ کرنا

۵۶- نفس مصدر، ۱: ۲۸۱۔

۵۷- نفس مصدر۔

۵۸- نفس مصدر۔

۵۹- سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في الاستتار في الخلاء، رقم: ۳۵۔

ہے وہ یہ کہ ابو سعید نام کے دو اشخاص ہیں۔ ایک صحابی ہیں اور ایک تابعی، امام ابو داؤد کا مقصد یہ بتانا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں جس ابو سعید کا تذکرہ ہوا ہے وہ صحابی نہیں ہیں کہ کوئی یہ سمجھے کہ ایک صحابی دوسرے صحابی سے روایت نقل کر رہا ہے، بلکہ اس روایت میں ابو سعید تو تابعی ہیں، اور ان کے نام کے آخر میں " الخیر" نہیں آتا، اور جو ابو سعید صحابی ہیں ان کے نام کے آخر میں " الخیر" کا لفظ بھی آتا ہے۔ "[٦٠]

صاحبِ غایة المقصود کے نقد کا جواب:

مولانا سہارن پوری نے اس جگہ صاحبِ غایة المقصود [٦١] کی طرف سے کیے گئے اس نقد کا جواب دیا ہے جو انھوں نے امام ابو داؤد پر کیا ہے۔ اس ساری بحث کو سمجھنے کے لیے ایک بات کا سمجھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ یہاں کل تین راوی ہیں جن میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ عیسیٰ بن یونس، ابو عاصم النبیل اور عبد الملک بن الصباح۔ عیسیٰ بن یونس کی روایت امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں ذکر کی ہے، جس میں مذکور ہے کہ وہ امام ثور سے اور وہ حصین الحبرانی سے اور وہ ابو سعید سے نقل کرتے ہیں۔ اس روایت میں ابو سعید کے ساتھ "الخیر" کے الفاظ مذکور نہیں ہیں اور جس سند کے ساتھ عبد الملک بن الصباح روایت کر رہے ہیں اس میں ابو سعید الخیر کے الفاظ مذکور ہیں۔ ابو عاصم النبیل کی سند میں حصین الحبرانی کی جگہ حصین الحمیری کے الفاظ ملتے ہیں۔ گویا ابو عاصم کی روایت کا اختلاف ہے عیسیٰ بن یونس کی روایت کے ساتھ، وہ یہ کہ ابو عاصم حصین الحمیری کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور عیسیٰ

٦٠۔ سہارن پوری، بذل المجهود، ۱: ۲۸۱-۲۸۲۔

٦١۔ شمس الحق محدث ڈیانوی عظیم آبادی۔ آپ جولائی ۱۸۵۷ء مطابق ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ میں مقام رمنہ میں پیدا ہوئے۔ دینی علوم، معقولات اور ادب وغیرہ پر وسیع نظر تھی، فن حدیث میں غیر معمولی اشتغال کی وجہ سے حدیث پر مجتہدانہ بصیرت حاصل ہو گئی تھی۔ صحیح وضعیف، راجح و مرجوح اور حدیث کی تمام اقسام وانواع کے درمیان نقد و تمیز کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ کتب حدیث کی شرح وتعلیق کے علاوہ فقہ وافتا اور تذکرہ وسیر میں اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں میں مفید اور بلند پایہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، جن میں غاية المقصود في حل سنن أبي داؤد سرفہرست ہے۔ طاعون کی بیماری میں ۲۱ مارچ ۱۹۱۸ء کو وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: محمد عزیز شمس، حياة المحدث شمس الحق وأعماله (بنارس: جامعہ سلفیہ) غاية المقصود في حل سنن أبي داؤد اکیس پاروں تک مکمل ہو چکی تھی، مگر افسوس کہ اس کے اکثر اجزا ناپید ہو گئے، ان میں سے چند شائع ہوئے ہیں جن میں کتاب الطهارة کی شرح مکمل ہو گئی ہے، اور کتاب الصلاة کے چند ابواب کی شرح بھی ملتی ہے۔ اس شرح کا جدید ایڈیشن علمی اکیڈمی کراچی اور حدیث اکیڈمی فیصل آباد سے ۱۴۱۴ھ میں جناب محمد الیاس عبد القادر اور شیخ عبد الحمید حبیب اللہ نشاطی کے زیر اہتمام تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

بن یونس حصین الحبرانی کے ساتھ۔ اس جگہ صاحب غایة المقصود نے امام ابوداؤد پر نقد کیا ہے اور مولانا سہارن پوری نے امام ابوداؤد کی طرف سے اس نقد کا دفاع کیا ہے۔ مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: وأما ما قال صاحب غاية المقصود: لكن يقال: إن أبا عاصم النبيل وعبدالملک بن الصباح اتفقا عن ثور بن يزيد على هذا اللفظ، يعني أبا سعيد الخير، فهو مقدم على رواية عيسى بن يونس عن ثور بن يزيد فإنه متفرد[٦٢] اس جگہ صاحب غایة المقصود نے امام ابوداؤد پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو عاصم النبیل اور عبد الملک بن الصباح امام ثور سے روایت کرتے ہوئے اس بات پر متفق ہیں کہ انھوں نے ابو سعید الخیر سے روایت کیا ہے، جب کہ عیسی بن یونس امام ثور سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انھوں نے ابو سعید سے روایت کیا۔ ان کی روایت میں ابو سعید کے ساتھ "الخیر" کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔ صاحب غایة المقصود کا مقصد امام ابوداؤد کو الزام دینا ہے کہ انھوں نے اپنی سنن میں عیسی بن یونس کی متفرد روایت ذکر کی ہے حالاں کہ جس روایت پر دو راوی متفق ہیں اس کا ذکر زیادہ مناسب تھا۔

مولانا سہارن پوری امام ابوداؤد کی طرف سے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد پر یہ اعتراض درست معلوم نہیں ہوتا، کیوں کہ انھوں نے صرف اور صرف ایک اختلاف ذکر کیا ہے جو ابو العاصم اور عیسیٰ بن یونس کے درمیان ہوا ہے، اور وہ یہ کہ ابو عاصم اپنی سند میں امام ثور سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انھوں نے حصین الحمیری سے روایت کیا، جب کہ عیسیٰ بن یونس بھی امام ثور ہی سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انھوں نے حصین الحبرانی سے نقل کیا۔ نام تو دونوں نے ایک ہی راوی کا ذکر کیا ہے لیکن نسبت میں اختلاف کیا ہے: ایک نے حمیری اور دوسرے نے حبرانی، دونوں صحیح ہیں کیوں کہ حبران قبیلہ حمیر کی ہی شاخ ہے، لیکن امام ابوداؤد نے امام عاصم کی روایت کا وہ اختلاف ذکر نہیں کیا (جس کی طرف صاحب غایة المقصود نے اشارہ کیا ہے) جس میں لفظ "الخیر" زیادہ ہے۔ اگر امام عاصم کی روایت میں اس طرح کا کوئی اختلاف ہوتا تو امام ابوداؤد اسے ضرور ذکر کرتے، اور امام ابوداؤد کے طرز سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح کہ انھوں نے عیسی بن یونس اور عبد الملک بن الصباح کی روایت میں لفظ "الخیر" کے اختلاف کو ذکر کیا ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی کہ امام عاصم اور عبد الملک بن الصباح لفظ "الخیر" کی زیادتی میں متفق ہوتے تو امام ابوداؤد اسے ضرور ذکر کرتے، لہذا امام ابوداؤد کو الزام دینا کسی طرح درست نہیں۔[٦٣]

٦٢- سہارن پوری، بذل المجهود، ا: ٢٨١- ٢٨٢۔

٦٣- سہارن پوری، نفس مصدر، ا: ٢٨٢۔

طرقِ حدیث کا استقصا

بعض اوقات امام ابوداؤد کسی حدیث کے اختتام پر اسی حدیث کے مختلف طرق کا ذکر بھی کر دیتے ہیں؛ مولانا سہارن پوری ان طرق کا استقصا کرتے ہوئے ان کے مصادر کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ اس حوالے سے اگر انھیں کوئی روایت نہ ملے تو اس کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ روایت مجھے دست یاب کتب احادیث سے نہیں مل سکی۔ اس کی ایک مثال کتاب الطهارة کے باب کیف یستاک کی روایت میں ملتی ہے جس میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مُسَدَّدٌ قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَرَأَيْتُهُ يَسْتَاكُ عَلَى لِسَانِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَاكُ، وَقَدْ وَضَعَ السِّوَاكَ عَلَى طَرَفِ لِسَانِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: «إِهْ إِهْ» يَعْنِي يَتَهَوَّعُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: فَكَانَ حَدِيثًا طَوِيلًا وَلَكِنِّي اخْتَصَرْتُهُ.[۶۴]

مسدد کی روایت کے الفاظ ہیں کہ حضرت ابوبردہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کا مطالبہ کیا، تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان پر مسواک فرما رہے تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اسی حوالے سے سلیمان کے الفاظ یہ ہیں، حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کے والد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے اس دوران میں دیکھا کہ مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے کنارے پر تھی، اور آپ کے گلے سے "آہ آہ" کی آواز آرہی تھی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت طویل تھی لیکن میں نے اسے مختصراً ذکر کیا ہے۔

مولانا سہارن پوری اس حدیث کے حوالے سے کتب احادیث میں وارد ہونے والے مختلف الفاظ کے بارے میں لکھتے ہیں: "امام نسائی نے اس حدیث کی تخریج ان الفاظ میں کی ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اشعری قبیلے کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوا، اس حال میں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کا سوال کر رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بخدا میرے پاس اس وقت کوئی اونٹ نہیں، میں تمھیں اونٹوں پہ سوار نہیں کر سکتا۔"[۶۵]

۶۴- سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب كيف يستاک، الحديث:۴۹۔

۶۵- ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی النسائی، سنن النسائي، ت: عبدالفتاح ابو غدہ (حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية،۱۹۸۶ء)،۷: ۹، رقم: ۳۷۸۰۔

حدیث کے الفاظ ذکر کرنے کے بعد مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "ولیس فیه ذکر السواک"[۶۶] (نسائی کی اس حدیث میں مسواک کا ذکر نہیں ہے۔) جب کہ امام ابوداؤد نے جو حدیث ذکر کی تھی اس میں مسواک کا ذکر تھا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: "وکذلک أخرجه مسلم من حدیث خلف بن هشام وقتیبة ویحیی بن حبیب الحارثي بهذا السند، ولیس فیه ذکر السواک."[۶۷] (اسی طرح امام مسلم نے بھی خلف بن ہشام، قتیبہ اور یحییٰ بن حبیب الحارثی کی سند سے ساتھ یہی حدیث ذکر کی ہے، لیکن اس حدیث میں بھی مسواک کا ذکر نہیں ملتا۔) مولانا سہارن پوری نے مسلم کی ایک روایت کا بھی ذکر کیا ہے جو ابو اسامہ کی سند سے مروی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: أَرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ لَهُمُ الْحُمْلَانَ، إِذْ هُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ، وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّ أَصْحَابِي أَرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ، فَقَالَ: «وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ»، وَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا أَشْعُرُ، فَرَجَعْتُ حَزِينًا مِنْ مَنْعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[۶۸]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر میرے ساتھیوں نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ مانگنے کے لیے بھیجا، جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری قوم نے آپ کے پاس اونٹ مانگنے کے لیے بھیجا ہے، تاکہ وہ اس پر سواری کر سکیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم بخدا میں تمھیں کسی چیز پر سوار نہیں کر سکتا۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے خفا ہوئے ہیں، اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کی وجہ سے غمگین واپس لوٹ گیا۔

مولانا سہارن پوری اس روایت کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے جو روایات اس حوالے سے ذکر کی ہیں ان میں سے کسی روایت میں مسواک کا ذکر نہیں ملتا۔[۶۹] اس کے بعد صحیح بخاری کی روایات کا ذکر کرتے

۶۶۔ سہارن پوری، مصدرِ سابق، ۱: ۳۲۷۔

۶۷۔ سہارن پوری، مصدرِ سابق، ۱: ۳۲۷۔

۶۸۔ سہارن پوری، مصدرِ سابق، ۱: ۳۲۷۔

۶۹۔ اس حوالے سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں دو اور روایات ذکر کی ہیں: جن کے الفاظ یہ ہیں: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، وَاللَّفْظُ لِخَلَفٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ

ہوئے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کی روایات بھی اس حوالے سے مختلف ہیں۔ جن احادیث میں مسواک کا ذکر ملتا ہے ان میں اونٹوں کے سوال کا ذکر نہیں، اور جن میں اونٹوں کے سوال کا ذکر ہے وہ مسواک کے ذکر سے خاموش نظر آتی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری میں دو روایات ایسی ذکر کی ہیں جن میں اونٹوں کے سوال کا ذکر ہے اور ایک روایت ایسی ذکر کی ہے جس میں مسواک کا ذکر ہے، لیکن اونٹوں کے سوال کا ذکر نہیں ہے، جس روایت میں مسواک کا ذکر ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں: "وكذلك أخرج البخاري من حديث أبي نعمان قال: قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلاَنَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ «يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُولُ أُعْ أُعْ، وَالسِّوَاكُ فِي فِيهِ، كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ.»"[70] (حضرت ابوبردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور مسواک آپ ﷺ کے منہ مبارک میں تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے حلق سے "اع اع" کی آواز آرہی تھی۔)

مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: «وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ، وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ-صحيح مسلم ، كتاب الايمان، بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ يَمِينًا فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، أَنْ يَأْتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَيُكَفِّرُ عَنْ يَمِينِهِ، الحديث:۱۶۴۹، دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، قَالَ أَيُّوبُ: وَأَنَا لِحَدِيثِ الْقَاسِمِ، أَحْفَظُ مِنِّي لِحَدِيثِ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى فَدَعَا بِمَائِدَتِهِ وَعَلَيْهَا لَحْمُ دَجَاجٍ، فَدَخَلَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللهِ، أَحْمَرُ شَبِيهٌ بِالْمَوَالِي، فَقَالَ لَهُ: هَلُمَّ، فَتَلَكَّأَ، فَقَالَ: هَلُمَّ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا، فَقَذِرْتُهُ، فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ، فَقَالَ: هَلُمَّ أُحَدِّثْكَ عَنْ ذَلِكَ، إِنِّي أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: «وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ- صحيح مسلم، كتاب الايمان، بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ يَمِينًا فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًامِنْهَا، أَنْ يَأْتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَيُكَفِّرُ عَنْ يَمِينِهِ، حديث:۱۶۵۰۔

۷۰- سہارن پوری، بذل المجهود، ۱: ۳۲۷، صحيح البخاري، باب السواک، رقم: ۲۴۴۔

مذکورہ بالا روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کا قصہ تو مذکور ہے، لیکن اس میں اونٹوں کے سوال کا ذکر نہیں ہے، البتہ مسواک کا ذکر ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے۔ اسی طرح **بخاری** و **مسلم** میں اسی سے ملتا جلتا ایک اور قصہ بھی ملتا ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ اشعر کے دو افراد کے ساتھ تھا جن میں سے ایک میری دائیں جانب اور دوسرا میری بائیں جانب تھا۔ جب ہم بارگاہِ رسالت میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے، ان دونوں میں سے ہر ایک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بارے میں سوال کیا، تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو موسیٰ، یا فرمایا اے عبد اللہ بن قیس! میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، انھوں نے مجھے اس بارے مطلع نہیں کیا جو ان کے دل میں تھا اور نہ میں جانتا تھا کہ یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز کے بارے سوال کریں گے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا اب بھی میرے سامنے وہ منظر ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک دیکھ رہا ہوں جو آپ کے ہونٹ مبارک کے نیچے تھی۔ (٧١)

البتہ **صحیح بخاری** کی وہ روایت جس میں استحمال یعنی اونٹ کے مطالبے کا ذکر ہے، کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "وقد ورد في رواية البخاري في قصة الاستحمال، ولفظها: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الأَشْعَرِيِّينَ أَسْتَحْمِلُهُ، وَهُوَ يَقْسِمُ نَعَمًا مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ. قَالَ أَيُّوبُ: أَحْسِبُهُ قَالَ: وَهُوَ غَضْبَانُ."(٧٢) (ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ اشعر کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا سوال کر رہے تھے اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانوروں میں سے جانور تقسیم فرما رہے تھے، ایوب کہتے ہیں کہ میرے گمان کے مطابق اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں تھے) مذکورہ الفاظ **صحیح بخاری** کی اس روایت کے ہیں جس میں استحمال کا ذکر ہے، لیکن مسواک کا ذکر نہیں۔ اختلافِ روایات کے اس تذکرے کے بعد مولانا سہارن پوری **سنن أبي داؤد** کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فما جمعه أبوداؤد في حديثه، بين قصة الاستحمال وذكر السواك فيها، فلم أجده فيها

٧١۔ سہارن پوری، نفس مصدر ١: ٣٢٧، صحيح البخاري، باب حكم المرتد والمرتدة و استتابتهم، رقم: ٦٩٢٣۔

٧٢۔ سہارن پوری، مصدرِ سابق، ١: ٣٢٨۔

تتبعت من كتب الحديث، فذكر الاستحمال في هذا الحديث، لعله غير محفوظ."[٧٣] (امام ابوداؤد نے ایک ہی حدیث میں دو قصوں کا جو ذکر کیا ہے کتب حدیث میں مجھے تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکا، سو معلوم یہی ہوتا ہے کہ استحمال یعنی اونٹ کے مطالبے والی روایت شاید محفوظ نہ ہو۔) مختصر یہ کہ امام ابوداؤد کی سنن میں یہ عادت رہی ہے کہ طویل احادیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، مذکورہ بالا حدیث بھی انہیں احادیث میں سے ایک ہے۔ مولانا سہارن پوری کی تحقیق کے مطابق امام ابوداؤد نے اس حدیث میں دو قصوں کو اکٹھا کر دیا ہے، جو زمانے اور حالات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت ہی مختلف ہیں، البتہ راوی دونوں قصوں میں ایک ہی صحابی ہے۔ جس کی وجہ سے شاید امام ابوداؤد کو یہ شبہ ہوا ہو۔

اختتامِ حدیث پر ایک اور سند کا تذکرہ اور اس کی تخریج و تحقیق

کبھی کبھی امام ابوداؤد حدیث کے اختتام پر ایک اور سند کو ذکر کر کے اس پر حکم بھی لگا دیتے ہیں، مولانا سہارن پوری اس سند کی مکمل تحقیق کرنے کے بعد اس پر فیصلہ کن بات بھی کہتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ دست یاب کتب احادیث سے اس سند کی تخریج بھی کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال کتاب الصلاۃ کے باب تفریع أبواب السجود ،وکم سجدة في القرآن میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ملتی ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ الْبَرْقِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سَعِيدٍ الْعُتَقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُنَيْنٍ، مِنْ بَنِي عَبْدِ كُلَالٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ،أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَهُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِي الْقُرْآنِ، مِنْهَا ثَلَاثٌ فِي الْمُفَصَّلِ، وَفِي سُورَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَانِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى عَشْرَةَ سَجْدَةً وَإِسْنَادُهُ وَاهٍ.[٧٤]

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے جو روایت مروی ہے اس میں ہے کہ قرآن میں کل گیارہ سجدے ہیں، لیکن اس کی سند بہت کمزور ہے۔ مولانا سہارن پوری نے اس حدیث کی تخریج ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ سند کی بھی تحقیق کی ہے اور امام ابوداؤد کی طرف سے لگائے گئے حکم کی مکمل تحقیق کرنے کے بعد اسی کی

٧٣- نفس مصدر۔

٧٤- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب تفريع ابواب السجود،كم سجدة في القرآن، رقم:١٤٠١۔

تائید کی ہے۔چناں چہ وہ لکھتے ہیں: "أخرج الترمذي حديث أبي الدرداء بلفظ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الحَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عُمَرَ الدِّمَشْقِيِّ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَجَدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى عَشْرَةَ سَجْدَةً مِنْهَا الَّتِي فِي النَّجْمِ."(۷۵) اس کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں: "حَدِيثُ أَبِي الدَّرْدَاءِ.حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عُمَرَ الدِّمَشْقِيِّ." حدیث کی تخریج کے بعد مولانا سہارن پوری امام ابوداؤد کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قلت:وعمر الدمشقي مجهول، وهو يروي عن مخبر، ولم يسمه،وهو مجهول ايضا." (۷۶)

(اس حدیث کے راویوں میں چوں کہ عمر الدمشقی آرہے ہیں اور وہ ضعیف راوی ہیں،اس لیے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت شدہ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔)

متن میں اختلافِ الفاظ اور سند میں اختلافِ رواۃ کی طرف اشارہ:

بعض اوقات امام ابوداؤد کسی حدیث کے آخر میں متن میں اختلافِ الفاظ اور سند میں اختلافِ رواۃ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، لیکن یہ بات بڑے مبہم انداز میں بیان کرتے ہیں، اور مولانا سہارن پوری اس کی تشریح بڑے سہل اور آسان الفاظ کے ساتھ کرتے ہوئے دوسرے طرق کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔اس کی ایک مثال کتاب الطهارة کے باب الاستبراء من البول میں حضرت عبد الرحمن بن حسنہ کی اس روایت میں ملتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَتَرَ بِهَا، ثُمَّ بَالَ، فَقُلْنَا: انْظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ، فَسَمِعَ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا لَقِيَ صَاحِبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ، فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَنْصُورٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، فِي هَذَا

۷۵۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن الترمذي، كتاب أبواب السفر، باب ما جاء في سجود القرآن (مصر: شركة مكتبة و مطبعة مصطفى البابي الحلبي، ۱۹۷۵ء)، ۲: ۴۵۷، رقم:۵۶۸، ۵۶۹۔

۷۶۔ سہارن پوری، بذل المجهود، ۶: ۶۴-۶۵۔

الْحَدِيثِ قَالَ: جِلْدِ أَحَدِهِمْ، وَقَالَ عَاصِمٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَسَدِ أَحَدِهِمْ.(۷۷)

حضرت عبد الرحمن بن حسنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور عمرو بن عاص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے باہر نکلے، آپ ﷺ کے پاس ایک ڈھال تھی جس کی اوٹ میں بیٹھ کر آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی، اس پر ہم نے کہا دیکھو یہ تو اس طرح (چھپ چھپ کر) پیشاب فرمارہے ہیں جس طرح کہ عورت (چھپ کر) پیشاب کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ صاحبِ بنی اسرائیل کو جو تکلیف پہنچی تھی؟ ان کے لیے یہ حکم تھا کہ اگر ان کے بدن میں سے کسی جگہ پیشاب لگ جائے تو اس جگہ کو کاٹنے کا حکم تھا، اس شخص نے ان کو روکا تو اسے قبر کے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔

مولانا سہارن پوری اس حدیث کے الفاظ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تشریح کرتے وقت اختلافِ روایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وفي رواية لأحمد: قال كنت أنا وعمر و بن العاص جالسا۔“(۷۸) **مسند امام احمد** کی روایت میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ ان الفاظ سے مختلف ہیں جو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیے ہیں، **سنن ابو داؤد** کی روایت میں ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن حسنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی طرف چل کر گئے، جب کہ **مسند امام احمد** کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن حسنہ فرماتے ہیں کہ میں اور عمرو بن عاص دونوں بیٹھے ہوئے تھے، کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: ”وكذلك في رواية النسائي وابن ماجه، والظاهر من هذا السياق أنهما كانا أسلما قبل ذلك.“(۷۹) (اسی طرح امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں اس حدیث کو نقل کیا ہے، اس حدیث کے سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات اس واقعہ سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔) پھر روایت میں آنے والے لفظ فَقُلْنَا کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”**سنن ابو داؤد** کی اس روایت میں فقلنا کے الفاظ آئے ہیں، جب کہ **مسند امام احمد** میں ”فقال بعض القوم“ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، اور بالکل اسی طرح امام نسائی نے بھی یہی الفاظ اپنی

۷۷۔ سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول، رقم:۲۲۔

۷۸۔ سہارن پوری، **بذل المجهود**، ۱: ۲۴۱۔

۷۹۔ نفس مصدر۔

سنن میں نقل فرمائے ہیں، البتہ **سنن ابن ماجہ** میں یہ حدیث "فقال بعضھم" کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ ان تمام کتب احادیث کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں آنے والے جملے "انظروا إلیه یبول کما تبول المرأة." "(دیکھو! یہ شخص تو عورت کی طرح (چھپ کر) پیشاب کر رہا ہے) کے قائل یہ دونوں صحابی رسول نہیں، بلکہ اس کے قائل قوم کے بعض افراد ہیں۔" (۸۰)

مولانا سہارن پوری کے اس تبصرے سے ایک اشکال حل ہو گیا جو اس روایت کے الفاظ سے جنم لے رہا تھا، وہ یہ کہ جب یہ دونوں صحابی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کو ڈھال کی اوٹ میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا: "انظروا إلیه یبول کما تبول المراة." (دیکھو! یہ شخص تو عورت کی طرح چھپ کر پیشاب کر رہا ہے) اب یہ جملے کسی صحابی کی شان کے مطابق نہیں، کوئی صحابی آپ ﷺ کے بارے میں ایسے الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ مقالہ نگار کی نظر میں مولانا سہارن پوری کا اختلافِ روایت کے بیان سے مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس اشکال کو ختم کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا نے **مسند امام احمد** اور **سنن نسائی** کی روایت کے الفاظ پیش کر کے انھی کو ترجیح دی ہے، جس میں ہے کہ اس جملے کے قائل یہ دونوں صحابی نہیں بلکہ قوم کے بعض افراد تھے۔ البتہ **سنن ابوداؤد** اور **سنن ابن ماجہ** کی روایت میں آنے والے لفظ فقلنا کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ اس جملے کے قائل تو قوم کے بعض افراد ہیں، لیکن یہاں ان حضرات کی طرف نسبت مجازاً کر دی گئی ہے۔

اس کی ایک اور مثال کتاب الطھارة کے باب السواک من الفطرة کی اس روایت میں ملتی ہے جس کے راوی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں:

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، وَقَالَ دَاوُدُ: عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ مِنَ الْفِطْرَةِ الْمَضْمَضَةَ، وَالِاسْتِنْشَاقَ» ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ، وَزَادَ «وَالْخِتَانَ» ، قَالَ: «وَالِانْتِضَاحَ» وَلَمْ يَذْكُرِ انْتِقَاصَ الْمَاءِ - يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ - قَالَ أَبُو

۸۰۔ نفس مصدر۔

دَاوُدَ: وَرُوِيَ نَحْوُهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَقَالَ: «خَمْسٌ كُلُّهَا فِي الرَّأْسِ» ، وَذَكَرَ فِيهَا «الْفَرْقَ» ، وَلَمْ يَذْكُرْ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ.[۸۱]

(حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا امور فطرت میں سے ہے، اس روایت میں ڈاڑھی کے بڑھانے کا ذکر نہیں ہے، البتہ ختنہ کروانے کا ذکر ہے، مزید بر آں پانی کے ساتھ استنجا کا بھی ذکر ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اسی طرح ایک اثر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں پانچ باتوں کا ذکر کیا گیا جنھیں امور فطرت قرار دیا گیا ہے، اور ان کے بارے میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ سب کی سب سر سے تعلق رکھتی ہیں، ان میں سے ایک چیز "الفرق" یعنی مانگ کا نکالنا بھی ہے، اس روایت میں ڈاڑھی کے بڑھانے کا ذکر نہیں ملتا۔

اس حدیث میں آنے والے قال أبو داؤد کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری نے امام ابو داؤد پر نقد کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جس اثر کا امام ابو داؤد نے ذکر کیا ہے وہ مجھے کتب حدیث میں تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔ لکھتے ہیں: "وهذا أثر ابن عباس تتبعته في كتب الحديث الموجودة عندي فلم أجده فيها."[۸۲] (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جس اثر کا ذکر امام ابو داؤد نے کیا ہے وہ مجھے کتب حدیث میں تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔)

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مولانا سہارن پوری بہت سارے مقامات پر اس طرح کے الفاظ کے ساتھ امام ابو داؤد پر نقد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، لیکن تحقیق اور جستجو کرنے سے پتا چلتا ہے کہ کچھ مقامات پر مولانا سہارن پوری کا امام ابو داؤد پر نقد کرنا درست نہیں۔ جس کی مثال اس روایت میں ملتی ہے، کہ مولانا سہارن پوری نے کہہ دیا کہ مجھے یہ روایت کتب حدیث میں نہیں مل سکی حال آں کہ یہ روایت امام حاکم کی مستدرک میں موجود ہے۔[۸۳] بالکل انھی الفاظ کے ساتھ امام بیہقی نے اپنی سنن میں یہی اثر روایت کیا ہے۔[۸۴] امام ابو داؤد نے اپنی

۸۱- سنن أبي داؤد ،كتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، رقم:۵۳۔

۸۲- سہارن پوری، بذل المجهود، ۱ : ۳۴۴- ۳۴۵۔

۸۳- اس کے الفاظ یہ ہیں: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ قَالَ:" ابْتَلَاهُ اللهُ بِالطَّهَارَةِ، خَمْسٌ فِي الرَّأْسِ وَخَمْسٌ فِي الْجَسَدِ؛ فِي الرَّأْسِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالْمَضْمَضَةُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ، وَالسِّوَاكُ، وَفَرْقُ الرَّأْسِ، وَفِي الْجَسَدِ: تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ،

عادت کے مطابق یہاں اس حدیث کے مختلف طرق اوران میں وارد ہونے والے مختلف الفاظ کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ نَحْوُ حَدِيثِ حَمَّادٍ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، وَمُجَاهِدٍ، وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ، قَوْلُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِوَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ: «وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ» وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، نَحْوُهُ وَذَكَرَ: «إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ، وَالْخِتَانَ.»[85]

مذکورہ حدیث، جو کہ حماد کے طریق سے مروی تھی، بالکل اسی طرح کی روایت طلق بن حبیب، مجاہد اور بکر بن عبد اللہ المزنی کے طرق سے بھی مروی ہے، لیکن ان تمام حضرات نے "إعفاء اللحية" کے الفاظ ذکر نہیں کیے، اور جو حدیث محمد بن عبد اللہ بن ابی مریم کے طریق سے مروی ہے اس میں "إعفاء اللحية" کے الفاظ موجود ہیں، اور جو حدیث ابراہیم نخعی کے طریق سے مروی ہے اس میں "إعفاء اللحية" کے ساتھ ساتھ "الختان" کے الفاظ بھی مروی ہیں۔

مولانا سہارن پوری اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَالْخِتَانُ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَغَسْلُ مَكَانِ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ بِالْمَاءِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. مستدرک امام حاکم، باب بسم الله الرحمن الرحيم من سورة البقرة، ۲:۲۹۳، رقم الحدیث: ۳۰۵۵۔

۸۴- اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو زَكَرِيَّا الْعَنْبَرِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ثنا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ: " ابْتَلَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالطَّهَارَةِ خَمْسٌ فِي الرَّأْسِ، وَخَمْسٌ فِي الْجَسَدِ، فِي الرَّأْسِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالْمَضْمَضَةُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ، وَالسِّوَاكُ، وَفَرْقُ الرَّأْسِ، وَفِي الْجَسَدِ: تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَالْخِتَانُ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَغَسْلُ مَكَانِ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ بِالْمَاءِ " وَقَدْ مَضَى فِي هَذَا الْكِتَابِ حَدِيثُ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ " فَذَكَرَهُنَّ إِلَّا أَنَّهُ ذَكَرَ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ، وَغَسْلَ الْبَرَاجِمِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْخِتَانَ، وَفَرْقَ الرَّأْسِ- سنن بیهقی، بَابُ السُّنَّةِ فِي الْأَخْذِ مِنَ الْأَظْفَارِ وَالشَّارِبِ وَمَا ذُكِرَ مَعَهُمَا وَأَنْ لَا وُضُوءَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ، ۱: ۲۳۱، رقم: ۱۷۵۷۔

۸۵- سنن أبي داؤد، کتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، رقم: ۵۳۔

طلق بن حبیب سے اس طرح کی دو احادیث روایت کی گئی ہیں، ان میں سے ایک تو مرفوع ہے، جسے مصنف کتاب یعنی امام ابوداؤد نے اپنی کتاب کے شروع میں ذکر کیا ہے، اسی طرح امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اسے ذکر کیا ہے، لیکن سنن ابن ماجہ کی روایت میں سہو کاتب کی وجہ سے ایک غلطی واقع ہوئی ہے، وہ یہ کہ طلق بن حبیب کے بعد ابی الزبیر کے الفاظ ہیں جب کہ درست "ابن الزبیر" ہے، جس کی تائید دیگر نسخوں سے بھی ہوتی ہے، اسی طرح امام نسائی نے اس حدیث کو مرفوعا بھی ذکر کیا ہے اور موقوفا بھی۔ (٨٦)

اس کے بعد لکھتے ہیں: "وأما رواية مجاهد وبكر بن عبد الله المزني فلم أجدها في الكتب الموجودة عندنا." (٨٧) (البتہ امام مجاہد اور بکر بن عبد اللہ المزنی کے طریق سے روایت کی گئی روایت، تو وہ مجھے دست یاب کتب احادیث سے نہیں مل سکی۔)

مولانا سہارن پوری سے یہاں بھی تسامح ہوا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ امام مجاہد اور بکر بن عبد اللہ کی روایت نہیں مل سکی، حالاں کہ امام مجاہد کے طریق سے یہی روایت **مصنف ابن ابی شیبہ** میں موجود ہے: "حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: "سِتٌّ مِنْ فِطْرَةِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالسِّوَاكُ، وَالْفَرْقُ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَالِاسْتِنْجَاءُ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ" قَالَ: ثَلَاثَةٌ فِي الرَّأْسِ، وَثَلَاثَةٌ فِي الْجَسَدِ." (٨٨)

اسی طرح اس کی ایک اور مثال کتاب الصلاۃ کے باب في المواقيت میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ملتی ہے:

٨٦- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۴۶۔

٨٧- نفس مصدر۔

٨٨- پوری سند اس طرح ہے: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: " سِتٌّ مِنْ فِطْرَةِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالسِّوَاكُ، وَالْفَرْقُ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَالِاسْتِنْجَاءُ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ " قَالَ: «ثَلَاثَةٌ فِي الرَّأْسِ، وَثَلَاثَةٌ فِي الْجَسَدِ. عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان ابو بکر بن ابی شیبہ، المصنف في الأحاديث و آثار، ت: کمال یوسف الحوت، باب الفطرة ما يعد فيها (ریاض: مكتبة الرشد، ۱۴۰۹ھ)، ۱: ۱۷۸۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ." (٨٩) اس حدیث کے آخر میں امام ابوداؤد فرماتے ہیں: "قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، مَعْمَرٌ وَمَالِكٌ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا الْوَقْتَ الَّذِي صَلَّى فِيهِ وَلَمْ يُفَسِّرُوهُ." (٩٠) یہ حدیث زہری، معمر، مالک، ابن عیینہ، شعیب بن ابی حمزہ اور لیث بن سعد وغیرہ سے بھی مروی ہے، لیکن ان سب حضرات نے اپنی روایات میں صرف نماز کے اوقات کو مختصراً ذکر کرنے کے بعد ان کی تفسیر ذکر نہیں کی۔ مولانا سہارن پوری اس کی تشریح میں فرماتے ہیں: امام ابوداؤد کی غرض اس اختلاف کو بیان کرنا ہے جو اصحاب زہری کے درمیان واقع ہوا ہے۔ وہ یہ کہ اصحاب زہری میں سے صرف اسامہ بن زید ہی ایسے راوی ہیں کہ وہ پہلے اوقات صلاۃ کو اجمالاً کرتے ہیں اور پھر ان کی تفصیل بھی ذکر کرتے ہیں، اس کے برعکس دیگر اصحاب زہری، جن میں معمر، امام مالک، ابن عیینہ، شعیب اور لیث وغیرہ شامل ہیں، ان سب حضرات نے اوقات صلاۃ کو اجمالاً بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے، اس کی تفسیر نہیں بیان کی۔ (٩١)

مولانا سہارن پوری نے اپنی عادت کے مطابق یہاں اصحاب زہری میں سے ہر ایک کے طریق کو ان کے مصادر کے ساتھ ذکر کیا ہے، جن کی طرف امام ابوداؤد نے صرف اشارہ کیا تھا، چناں چہ لکھتے ہیں: "أما رواية معمر عن الزهري فأخرجها عبد الرزاق قال: حدثنا معمر عن الزهري، الحديث." ٩٢ (معمر کی روایت جو زہری سے ہے اسے مصنف عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔) نیز لکھتے ہیں کہ "رہی امام مالک کی روایت، جو وہ زہری سے نقل کرتے ہیں اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں یحیی بن یحیی التمیمی کے طریق سے ذکر کیا ہے۔" (٩٣) "البتہ سفیان بن عیینہ کی زہری سے مروی روایت کو امام بیہقی نے حسین بن محمد الزعفرانی کے طریق سے نقل کیا ہے، اس روایت کے آخر میں امام بیہقی نے کہا ہے کہ بالکل اسی طرح اصحاب زہری میں سے جمہور حضرات نے جن

٨٩- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في المواقيت، رقم: ٣٩٤۔

٩٠- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في المواقيت، رقم: ٣٩٤۔

٩١- سہارن پوری، مصدرِ سابق، ٣: ٢٨۔

٩٢- سہارن پوری، مصدرِ سابق، ٣: ٢٩۔

٩٣- سہارن پوری، مصدرِ سابق، ٣: ٢٩۔

میں معمر، شعیب بن ابی حمزہ اور لیث بن سعد وغیرہ حضرات شامل ہیں، نے روایت کیا ہے اور نہ تو اس وقت کا ذکر کیا ہے جس میں وہ نماز پڑھی گئی اور نہ ہی ان اوقات کی تفصیلات کا ذکر کیا ہے۔"[۹۴]

"وأما رواية شعيب بن أبي حمزة (واسمه دينار) عن الزهري فأخرجها أيضاً البيهقي في سننه."[۹۵] (شعیب بن ابی حمزہ، جن کا اصل نام دینار ہے، کی روایت کو بھی امام بیہقی نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔"وأما رواية ليث بن سعد فأخرجها مسلم في صحيحه." [۹۶] (لیث بن سعد کی روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔)

اس کی ایک اور مثال کتاب الصلاۃ کے باب في قيام شهر رمضان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ملتی ہے:"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِعَزِيمَةٍ، ثُمَّ يَقُولُ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ."[۹۷] اس حدیث کے آخر میں امام ابوداؤد نے مختلف راویوں کا نام ذکر کر کے ان سے وارد ہونے والے الفاظ کی طرف اشارہ کر دیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ کل تین راوی ہیں؛ عقیل، یونس اور ابو اویس۔ ان میں سے عقیل راوی سے دو طرح کے الفاظ مروی ہیں۔"اول: من قام رمضان، اور دوم: من صام رمضان وقامه.جب کہ یونس اور ابو اویس سے صرف اور صرف ایک طرح کے الفاظ ہی مروی ہیں: "من قام رمضان."مولانا سہارن پوری امام ابوداؤد کے اس جملے"قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ عُقَيْلٌ، وَيُونُسُ، وَأَبُو أُوَيْسٍ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ" کے بارے میں لکھتے ہیں: "أخرج البخارى حديث عقيل عن ابن شهاب، وأما حديث يونس فأخرج حديثه النسائي في الصوم، وأما أبو أويس فلم أجد

۹۴۔ سہارن پوری، مصدرِ سابق،۳: ۲۹۔

۹۵۔ سہارن پوری، مصدرِ سابق، ۳: ۲۹۔

۹۶۔ سہارن پوری، مصدرِ سابق،۳: ۲۹۔

۹۷۔ سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب فى قيام شهر رمضان، رقم:۱۳۷۱۔

روایته فیما تتبّعت من الکتب.“ [۹۸] (عقیل کی روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے اور یونس کی حدیث کو امام نسائی نے اپنی سنن کے کتاب الصوم میں ذکر کیا ہے، البتہ ابو اویس کی روایت مجھے تتبع اور تلاش سے مل نہیں سکی۔“

مولانا سہارن پوری سے اس جگہ بھی تسامح ہوا ہے کہ انھوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ ابو اویس کی روایت مجھے تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکی، حالاں کہ وہ روایت خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) نے اپنی تاریخ میں [۹۹] اور ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب التمہید میں [۱۰۰] ذکر کی ہے۔ تاہم مولانا سہارن پوری کی طرف سے یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ انھیں مقدور بھر تلاش سے اس طرح کی روایات مل نہیں سکی ہیں، چناں چہ انھوں نے ”میرے پاس موجود کتب حدیث“ اور ”تتبع اور تلاش کے باوجود“ جیسے الفاظ یہاں لکھے ہیں اور ایک محقق دست یاب وسائل کی حد تک ہی تحقیق کا ذمے دار ہوتا ہے۔

راوی کے اصل نام کی وضاحت

بعض اوقات ذکر حدیث کے بعد امام ابوداؤد اس روایت میں آنے والے راوی کے اصل نام کی تعیین کرتے ہیں، جسے سند میں غلط ذکر کر دیا گیا تھا: اس کی مثال کتاب الصلاۃ کے باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ کی اس حدیث سے ملتی ہے جسے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت کیا گیا ہے:

”حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ يَعْنِي الْيَشْكُرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَوَّارٍ أَبِي حَمْزَةَ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو حَمْزَةَ الْمُزَنِيُّ الصَّيْرَفِيُّ.“ [۱۰۱] اس حدیث کی سند میں آنے والے راوی سوار ابو حمزہ کے بارے میں امام ابوداؤد نے فرمایا: ”قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو حَمْزَةَ الْمُزَنِيُّ

۹۸- سہارن پوری، مصدر سابق، ۶: ۷۔

۹۹- ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، تاریخ بغداد (بیروت: دار الکتب العلمیة، س-ن)، ۶: ۱۱۶۔

۱۰۰- ابو عمر یوسف بن عبد اللہ النمری ابن عبد البر، التمہید لما في الموطأ من المعاني والأسانید، ت: مصطفی بن احمد العلوی، محمد عبد الکبیر البکر (المغرب: وزراة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیة، ۱۳۸۷ھ)، ۷: ۱۰۲۔

۱۰۱- سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب متی یؤمر الغلام بالصلاة، رقم: ۴۹۳۔

الصَّیْرَفِيُّ." مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "روایت میں آنے والے راوی سوار کا تعارف یہ ہے کہ ان کا نام سوار اور والد کا نام داؤد ہے، ابو حمزہ کنیت ہے، قبیلہ مزینہ کی طرف منسوب ہیں اس کے علاوہ ان کو صیرفی بھی کہا جاتا ہے سونا چاندی کا کام کرنے کی وجہ سے۔ امام ابو داؤد کی غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ حضرت وکیع سے راوی کے نام میں غلطی ہوئی ہے کہ انھوں نے نام کو آگے پیچھے کر دیا اور کہا: داؤد بن سوار، حالاں کہ ان کا اصل نام سوار بن داؤد ہے۔"(۱۰۲)

راوی کی کنیت اور باپ کے نام کی وضاحت

بعض اوقات امام ابو داؤد کسی حدیث کے آخر میں سند میں آنے والے راوی کے بارے میں ابہام کو دور کرنے کی خاطر اس کے باپ اور کنیت کی وضاحت کر دیتے ہیں تاکہ پڑھنے والے کے لیے کسی قسم کا اشتباہ یا ابہام نہ رہ جائے، جیسا کہ کتاب الطهارة کے باب ما ينهى عنه أن يستنجى به کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے، جسے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے روایت کیا ہے: "حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ، عَنْ عَيَّاشٍ، أَنَّ شِيَيْمَ بْنَ بَيْتَانَ، أَخْبَرَهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَيْضًا، عَنْ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، يَذْكُرُ ذَلِكَ وَهُوَ مَعَهُ مُرَابِطٌ بِحِصْنِ بَابِ أَلْيُونَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حِصْنُ أَلْيُونَ بِالْفُسْطَاطِ عَلَى جَبَلٍ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ شَيْبَانُ بْنُ أُمَيَّةَ يُكْنَى أَبَا حُذَيْفَةَ."(۱۰۳) اس حدیث کے آخر میں امام ابو داؤد نے شیبان راوی کے باپ اور کنیت کی وضاحت کی ہے۔ مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "أي شيبان الذي مر في الرواية السابقة غرض أبي داؤد بيان كنيته و اسم ابيه."(۱۰۴) (امام ابو داؤد کی غرض یہ ہے کہ شیبان راوی کے نام کی مکمل وضاحت کر دی جائے، اس لیے انھوں نے ان کے باپ اور کنیت کا ذکر کر دیا ہے۔)

۱۰۲- سہارن پوری، مصدرِ سابق، ۳: ۲۳۴۔

۱۰۳- سنن أبي داؤد، کتاب الطهارة، باب ما ينهى عنه أن يستنجى به، رقم: ۳۷۔

۱۰۴- سہارن پوری، مصدرِ سابق، ۱: ۲۹۰۔

سند کے غیر معروف صحابی کے نام اور قبیلے کی توضیح

امام ابوداؤد کبھی سند میں آنے والے راوی کی تعیین کرتے ہوئے اس کے قبیلے کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں۔

اس کی مثال کتاب اللباس کے باب من کرھه کی حدیث میں ملتی ہے جس کی راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں:

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ:اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا فِي صَلَاتِي، وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّتِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ:أَبُو جَهْمِ بْنُ حُذَيْفَةَ مِنْ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ غَانِمٍ.(۱۰۵)

اس حدیث کے آخر میں امام ابوداؤد نے سند میں آنے والے راوی ابو جہم کی وضاحت کی ہے، جس کے بارے میں مولانا سہارن پوری فرماتے ہیں: "قال البخاري وجماعة: اسمه عامر،أسلم عام الفتح، كان مقدما في قريش معظما." (۱۰۶) (ابو جہم بن حذیفہ جو کہ بنی عدی بن کعب سے تعلق رکھتے ہیں، امام بخاری اور محدثین کی ایک جماعت نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا اصل نام عامر تھا، فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، قریش کے سر خیل لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔)

راوی کے شیخ کے نام کی تصحیح کی طرف اشارہ

بسا اوقات ایک راوی سند میں اپنے شیخ کا صحیح نام ذکر نہیں کرتا، امام ابوداؤد حدیث ذکر کرنے کے بعد اسی حدیث کی ایک اور سند ذکر کر دیتے ہیں جس کا مقصد اس راوی کے شیخ کے اصل نام کی تعیین ہوتا ہے۔ اس کی مثال کتاب اللباس کے باب في لبس القباطي للنساء کی اس روایت میں ملتی ہے جس کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: "حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ،قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، فَقَالَ: عَبَّاسُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ." (۱۰۷) اس حدیث کے آخر میں

۱۰۵- سنن أبي داؤد،كتاب اللباس، باب من كرهه، رقم: ۴۰۵۲۔

۱۰۶- سہارن پوری، مصدرِ سابق، ۱۲:۸۱۔

۱۰۷- سنن أبي داؤد ،كتاب اللباس، باب في لبس القباطي للنساء، رقم: ۴۱۱۶۔

امام ابوداؤد نے ایک اور سند ذکر کی ہے جس کے مقصد کے بارے میں مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "اس "قال أبو داؤد" کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابن لہیعہ کی جس روایت کو ذکر کیا ہے، اس میں ابن لہیعہ نے موسیٰ بن جبیر کے شیخ کا جو نام ذکر کیا ہے، وہ ہے عبید اللہ بن عباس، حالاں کہ ان کا صحیح نام عباس بن عبید اللہ ہے، جس کی وضاحت کرنے کے لیے امام ابوداؤد نے یحییٰ بن ایوب کی سند ذکر کی ہے، جس میں موسیٰ بن جبیر کے شیخ کا اصل اور صحیح نام مذکور ہے۔"(۱۰۸)

یہاں مولانا سہارن پوری نے اس سند کے طرق اور مصادر کا استقصا نہیں کیا حالاں کہ بالعموم وہ اس کا اہتمام کرتے نظر آتے ہیں۔(۱۰۹) اس نوع کی ایک مثال کتاب الترجل کے باب ما جاء في الشعر میں بھی موجود ہے۔ وہاں بھی مولانا سند کے طرق کا مکمل استقصا مفقود ہے۔ امام ابوداؤد نے حدیث: "حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ: لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ، وَقَالَ شُعْبَةُ: يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ." (۱۱۰) ذکر کرنے کے بعد ایک اور سند ذکر کی ہے جس میں اختلاف رواۃ کے ساتھ ساتھ اختلاف متن کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ مولانا سہارن پوری نے اس جگہ اس سند کی تحقیق نہیں کی۔(۱۱۱)

۱۰۸۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ۱۲: ۱۴۵۔

۱۰۹۔ واضح رہے کہ یحییٰ بن ایوب کی جس سند کو امام ابوداؤد نے قال أبو داؤد میں ذکر کیا ہے، اسے امام حاکم نے اپنے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ۴: ۱۸۷، اسی طرح امام بیہقی نے اپنی سنن میں ۲: ۲۳۴، خطیب بغدادی نے اپنی کتاب تلخیص المتشابه، ۱: ۵۱۹ میں ذکر کیا ہے۔ اس بارے مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: مزی، تهذيب الكمال، رقم الترجمة ۴۲۳۵۔

۱۱۰۔ سنن أبي داؤد، كتاب الترجل، باب ما جاء في الشعر، رقم: ۴۱۸۳۔

۱۱۱۔ اسرائیل، عن ابی اسحاق، سند کو امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں ج ۴ ص ۲۹۵، امام بخاری نے اپنی صحیح میں رقم: ۵۹۰۱، امام ترمذی نے شمائل ترمذی میں رقم: ۶۴ کے تحت کیا ہے۔

نتیجہ بحث

"قال أبو داؤد"، سنن أبي داؤد کے مشکل اور پیچیدہ مقامات میں شمار کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی محدثین نے سنن أبي داؤد کی شروحات لکھی ہیں، ان میں سے ہر ایک کی کوشش رہی ہے کہ ان مقامات کی کماحقہ تشریح کی جائے۔ ان تمام شراح کی سعی قابلِ تعریف ہے، لیکن مولانا سہارن پوری نے جس انداز میں اس کی تشریح وتنقیح کی ہے وہ انھی کا خاصہ ہے، بالخصوص تتبع اور استقصاے روایات میں جو مزاج قدرت نے انھیں عطا فرمایا ہے وہ دیگر شراح سے نہایت ممتاز ومنفرد ہے۔ امام ابوداؤد کسی بھی جگہ حدیث کی تخریج کرتے وقت اس کی مختصر سند ذکر کرتے ہیں تو مولانا سہارن پوری اس سند کے تمام طرق کا استقصا اور تحقیق کر کے حقیقتِ واقعہ قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ امام ابوداؤد حدیث کے کسی راوی پر جرح کرتے ہوئے اسے ضعیف قرار دیتے ہیں، یا کسی روایت کو منکر وغیرہ کہہ کر اسے ناقابلِ عمل قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں تو مولانا سہارن پوری کتب اسماء الرجال کی ورق گردانی کر کے اس کی جملہ تفصیلات قارئین تک پہنچاتے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ بہت سارے مقامات پر امام ابوداؤد کی طرف سے کیے گئے اس تبصرے پر عدم اطمینان کا اظہار کر کے تحقیق سے ثابت کرتے ہیں کہ اس جگہ امام ابوداؤد سے ذکرِ حکم میں تسامح ہوا ہے۔ ایک اور نہایت قابل قدر چیز ان کا یہ ملکہ ہے کہ اتنے مشکل مقامات کی توضیح کرتے ہوئے انداز انتہائی سہل اختیار کرتے ہیں کہ قاری پہلی نظر ہی میں تمام بحث سے واقف ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود انسانی کاوش ہونے کی بنا پر اس میں خامیاں اور تسامحات بھی موجود ہیں۔ مولانا سہارن پوری اپنے اختیار کردہ منہج کو ہر جگہ برقرار نہیں رکھ پائے۔ بہت سے مقامات پر تحقیقِ روایات کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت دست یاب کتب میں مل نہیں سکی، حالاں کہ وہ روایت کتب احادیث میں مل جاتی ہے، جیسا کہ اس مضمون میں بعض مقامات پر حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں وہ مصطلحاتِ علوم حدیث میں بھی علماے محدثین کی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، حالاں کہ ان کا تعلق احناف اصولیین سے ہے، اور احناف اصولیین کی طرف سے بے شمار کتب اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں، لہذا مصطلحات کی توضیح کرتے ہوئے احناف اصولیین کی کتب سے بھی استفادہ کیا جانا چاہیے تھا۔

❁❁❁❁❁❁